

اہل السنة

AHL US SUNNAH

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

05

ناامیدی کفر ہے

12

بنو امیہ پر الزامات کا جائزہ

20

حدیث خلافت تیس (۳۰) سال، تحقیقی جائزہ

27

برصغیر کی جنگی سیاست میں محدث سید نذیر حسین دہلوی

33

کیا نہار منہ پانی پینا نقصان دہ ہے؟

* مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبدالکریم مدنی * مدیر: عبدالشکور عبدالحق مدنی

صحابہ کرام کے سنہری اقوال

سنت نبوی کی موجودگی میں، کسی بھی شخص کا قول جبکہ وہ اس کے خلاف ہو، ناقابل التفات ہے

جب سیدنا امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کرنے سے منع فرمایا تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حج تمتع کا احرام باندھنے کے بعد فرمایا:

”مَا كُنْتُ لِأَدَّعِ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ أَحَدٍ“۔

”میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی شخص کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔“

(صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التمتع والإقراء والإفراء بالحج....: ۱۵۶۳)

﴿اپنی بڑی بڑی کیوں کو نظر انداز کر کے، دوسروں کی چھوٹی چھوٹی کیوں کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ﴾

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”يُبْصِرُ أَحَدُكُمْ الْقَدَافَةَ فِي عَيْنِ أَخِيهِ، وَيَنْسَى الْجَذْعَ أَوِ الْجَذَلَ فِي عَيْنِهِ“

”تم میں سے بعض لوگ اپنے بھائی کی آنکھ کا تیکا تو دیکھتے ہیں لیکن اپنی آنکھ کے شبہتیر کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔“

(الزهد للإمام أحمد بن حنبل، ص: ۲۶، ج: ۹۵، وضع حواشيه: محمد عبد السلام شاهين واستاذہ حسن)

❁ فوائد:

(۱) اس قول کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے بھائی کی چھوٹی چھوٹی کیوں کو تو دیکھتے ہیں لیکن اپنی بڑی بڑی کیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

(۲) یہ قول مرفوعاً بھی مروی ہے۔ دیکھیں: (صحیح ابن حبان بتحقیق الارنؤوط: ۴۲/۱۳، ج: ۵۷۶۱، والصحیحة: ۴۲/۱، ج: ۳۳)

AHL US SUNNAH Volume No.6, Issue No.63, January-2017

جلد: ۶

فی شماره - 30/- Rs.

شماره: ۶۳

سالانه - 300/- Rs.

جنوری ۲۰۱۷ء

ماہنامہ

اهل السنة مہینہ

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبد الکریم مدنی | معاونین: ابو البیان رفعت سلفی، اسرار احمد سلفی، حافظ اکبر علی سلفی
مدیر: عبدالشکور عبداللہ مدنی | فور میٹنگ: شفیق احمد محمد عدیل محمدی
مدیر اعزازی: انصار زبیر محمدی | مگراکٹ ڈیزائنر: طارق بن عبد الرحیم شیخ

سی، ای، او: زید خالد نیل

مجلس مشاورت

- شیخ محفوظ الرحمن فیضی • دکتہ رحید الرحمن مدنی
- شیخ نور الحسن مدنی • شیخ محمد جعفر البندی

میگزین ممبر شپ رابطہ نمبر: 8291063765

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-I, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400058 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl. Estate, Pannalal
Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road,
Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

الاهل السنة

05	عبدالمکرم بن عبدالحق	ناامیدی کفر ہے	اداریہ
07	علیم الدین سنبلی	منافقین کی منافقانہ چال	درس قرآن
09	انسار بن محمد	حلال و حرام اور دل کی دنیا	درس حدیث
12	محمد جعفر انوار الحق الہندی	بنو امیہ پر الزامات کا جائزہ	بحث و نظر
20	کفایت اللہ سنبلی	حدیث خلافت تیس (۳۰) سال تحقیقی جائزہ	بحث و تحقیق
27	شہباز سید آرمہ غازی	برصغیر کی جنگی سیاست میں محدث سید نذیر حسین دہلوی	تجزیہ
33	حافظ اکبر علی سلفی	کیا ہمارے مذہبی پانی پینا نقصان دہ ہے؟	غلط فہمی کا ازالہ
36	حافظ اکبر علی سلفی	عباد بن کثیر الرطبی الثامی جرح و تعدیل کے میزان پر	جرح و تعدیل
39	رمضان اللہ عبد الرؤف براجی	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کی بعض شکلیں اور نصرت الہی	سیرت خیر الوری
45	سیدہ رحمت النساء	کائنات اور ہم	فکریہ
46	ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی	طلاق کے چند مسائل	فقہ و فتاویٰ

ناامیدی کفر ہے

عبدالشکور بن عبدالحق

یا تو مخلوقی اعداد و شمار دیکھ لیں۔ یہ آپ کو نہ بھاتا ہو تو اپنے بھائیوں اور بستیوں کے مسلم نوجوانوں کا سروے کر لیں، اس پہلو سے کہ ان میں سے کتنے مسلمانوں نے ایس ایس سی پاس کیا ہے۔ یا اس پہلو سے کہ انکی دلچسپیاں کیا ہیں اور انکے شب و روز کہاں گزرتے ہیں اور اس پہلو سے بھی کہ بیڑی، جوتے، زرری کے کارخانوں میں کس قوم کے بالغ و نابالغ جوان و نوجوان اپنی عمر عزیز ضائع کر رہے ہیں۔ آپ کو اپنی قوم کا تعلیمی حال و مستقبل واضح طور پر دکھائی دینگا۔ اور آپ آئندہ اپنی ناکامی و بستی کا ٹھیکر اور دوسروں کے سر پھوڑنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

اسی طرح معاشی و اقتصادی صورت حال دیکھیں تو ہم کسی قطار و شمار میں نہیں ہیں۔ ملک کی تمام تر بڑی کمپنیاں یا کارپوریٹ خاندانوں میں ہمارا ذکر تک نہیں ہے۔ انفرسٹرکچر پر ہماری مجموعی حالت بڑی افسوس ناک اور درد آگیز ہے۔

اور اگر ہم اہل اسلام کی عالمی صورت حال دیکھتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ عالمی پیمانہ پر بھی قوم مسلم بدترین حالات سے دوچار ہے۔ عالمی سیاست میں وہ کسی قطار و شمار میں نہیں ہے۔ ان کے بنائے ہوئے کچھ لنگڑے ولولے تنظیمیں ڈھانچے ہیں جو صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ کوئی مذمتی بیان جاری کر سکیں یا کسی مسلم ملک کی تباہی و بربادی کے بعد انکی تعمیر نو کیلئے عالمی تعمیراتی کمپنیوں کی آمدنی میں اضافہ کریں۔ انکے یہ تمام عالمی ادارے کسی سے اپنی ایک بات نہیں منوا سکتے۔ کیوں کہ جسکی لائسنسی انکی بھینس کا اصول ہمیشہ لاگو رہا ہے اور رہے گا، اور امن و سلامتی کی باتیں ڈھکوسلہ ہیں۔ چونکہ اسلامی ممالک عسکری قوت میں اور دلوں کے مقابلے کمزور ہیں اسلئے انکی ہر تر اور دوا صد اصرار اثابت ہوتی ہے۔

دنیا کے طاقتور ممالک جب چاہتے ہیں کسی نہ کسی بہانے سے کسی

اگر آج میڈیا کے مختلف ذرائع سے نقش عالم پر ایک جائزہ لیں تو نظر ڈالی جائے اور اللہ رب العزت کی عطا کردہ سمجھ بوجھ اور علم و فہم کا ادنیٰ سا حصہ بھی استعمال کیا جائے تو یہ آشکارا ہو جائیگا کہ آج امت اسلامیہ کس کمپری، زبوں حالی، تنزلی اور انحطاط کا شکار ہے۔ عزت و مہمانداری، ترقی و زور و ہار، علم و تحقیق، طاقت و قوت کی ہر فہرست میں وہ آخری پائیدان پر ہے۔ اور علمی تنزلی، بدعنوانی، آپسی تفرقہ بازی، اخلاقی گراؤ، سیاسی و عسکری کمزوری کی فہرست میں وہ سر فہرست ہے۔

چاہے آپ ملکی حالات پر نظر ڈالیں یا عالمی منظر نامہ پیش نظر رکھیں، آپکی نگاہیں ہر طرف مایوس کن و صورت حال کا ہی مشاہدہ کریں گی۔ ملک میں ہمارا کوئی سیاسی وزن نہیں ہے، بے پندے کے لوٹنے کی طرح ہم الگ الگ سیاسی پارٹیوں کی ست لڑھکتے رہتے ہیں۔ ہمارے قومی سیاسی رہبر ان نے آزادی سے لیکر اب تک شاید اپنے ذاتی مفادات اور پارٹی وفاداری سے اٹھ کر دیکھا ہی نہیں، اور ہمیشہ مسلمانوں کے قومی مفادات پر سمجھوتا کرتے رہے۔ اور انکیشن کے مواقع پر مختلف اسکیموں اور منصوبوں کے سراب انہیں دکھاتے رہے۔

ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہونے کے باوجود ہم سیاسی اعتبار سے ملک کے کمزور ترین طبقات سے بھی کمزور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کسی بھی مطالبے، میمورنڈم، مذمتی بیان اور مظاہروں کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا، بلکہ نیوز چینل انکا سرسری ذکر کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

آزادی کے بعد اتنے مایوس کن حالات شاید پہلے بھی نہ رہے ہوں جتنے آج ہیں۔ علمی و تعلیمی لحاظ سے دیکھیں تو اس میں بھی ہم سب سے پیچھے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی قوم کا تعلیمی گراف دیکھنا ہے تو

انکی رحمت سے مایوسی بعض صورتوں میں گناہ کبیرہ اور بعض صورتوں میں کفر تک پہنچ جاتی ہے۔

اور اس اہم مسئلہ میں علمائے کرام کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی رحمت، اسکے فضل و کرم اور انکی نصرت و مدد سے مایوسی گناہ کبیرہ ہوتی ہے اور کبھی کفر تک پہنچ جاتی ہے اور اسکا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مایوسی اتنی گہری ہو کہ انسان کے یہاں اپنے اور اپنی قوم کے بابت اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت کی امید پوری طرح ختم ہو جائے اور انکی مدد و رحمت کے نزول کے انکار والی کیفیت ہو تو یہ کفر ہے کیوں کہ اس سے ان تمام خصوصیات کا انکار لازم آتا ہے جن میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان پر رحمت اور انکی نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس شخص پر یہ آیت صادق آتی ہے ﴿إِنَّهُ لَا يَجْعَلُ مَنَ ذُوحَ اللَّهِ إِلَّا الْكُفْرُ﴾ (الکافرون: ۸) (یوسف: ۸) جبکہ اللہ کی رحمت سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

ہاں اگر یہ مایوسی اس وجہ سے ہے کہ انسان اپنے گناہوں کو بھاری سمجھ رہا ہے اور بعید سمجھتا ہے کہ اس کے گناہ بخش دئے جائیں اور اسے معاف کر دیا جائے اور دنیا میں کسی قوم کی سر بلندی و عزت کے بیانیوں کو دیکھتا ہے تو اپنی قوم کی اصلاح و سر بلندی سے مایوس ہو جاتا ہے۔ لیکن انکی مایوسی کی تاریکیوں میں امید کی ایک جلیقہ سی کرن بھی ہے تو یہ مایوسی کفر نہ ہوگی لیکن گناہ کبیرہ ہوگی کیوں کہ ہمیں شریعت نے تعلیم دی ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں ہمیں مایوس نہیں ہونا ہے جیسے کہا گیا: ﴿وَمَنْ يَفْضَحْ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ﴾ (الحج: ۵۶) اپنے رب کی رحمت سے صرف گمراہ لوگ کی مایوس ہوتے ہیں۔

اور اللہ کے رسول - صلی اللہ علیہ وسلم - نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم بہر صورت اپنے رب سے اچھا گمان رکھیں فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان پر ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے اچھا گمان رکھتا ہے تو میں اسکے ساتھ اچھا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے برا گمان رکھتا ہے تو اس کے ساتھ برا ہوتا ہے۔ (مسند احمد: ۶۰-۹۰)

کہنے کی بات یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ حالات کتنے ہی بد سے بدترین کیوں نہ ہوں جائیں ہمیں نا امید نہیں ہونا چاہیے اور اہل عقل و دانش اصحاب فکر و نظر اور دلیان قلم و قریط کو اپنی قوم کو آج کی دس و بے دس دینا چاہیے۔ کیوں کہ نا امیدی کفر ہے اور امید مشکل حالات میں زندہ رہنے کا فارمولہ اور ناموس شریعت ہے۔

بھی مسلم ملک کو تخت و تاراج کر دیتے ہیں بلکہ انکی اینٹ سے اینٹ بھاڑ دیتے ہیں اور اہل اسلام کچھ نہیں کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم اگر یہ دیکھیں کہ دنیا کی ترقی اور انسانیت کی فلاح و بہبود و علم و معرفت کو کتنی چیزیں عطا کرنے میں ہمارے فیاضی زمان کیا حصہ داری ہے تو اس میں بھی ہم اپنے آپ کو تہی دامن پاتے ہیں۔ جبکہ ایک معیار تو اہل انعام بھی ہے (اس سے قطع نظر کہ انعام کی رقم سودی ہوتی ہے) اور نوٹل پرائز کی پوری تاریخ میں ہم خال خال خالی نظر آتے ہیں جبکہ ہمارے سروں کی گھنٹی کتنی ہی ایسی قوموں سے زیادہ ہے جو قلت تعداد کے باوجود علم کے اس قند سے اپنی پوشاک سجائے ہوئے ہے۔

اور تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ ہماری آپسی خانہ جنگی اور ہمارے ملکوں پر غیروں کی فوجی چیر دہنی نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا ہے۔ ہمارے ممالک بکے بعد و گھرے نیست و نابود کئے جا رہے ہیں اور ہم کچھ نہیں کر پا رہے ہیں۔ بلکہ جو ممالک ہمارے ہاتھوں میں ہیں اگر دیکھا جائے تو وہ بھی برائے نام ہمارے ہیں جب چاہے کوئی طاقتور ملک یا کوئی عالمی اتحاد انکی خود مختاری کو بچ لے۔

یہ تو حالات کا دردناک تجربہ دیا جا رہا ہے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شام کی موجودہ تباہی ہر صاحب نظر کو تار یوں کے ہاتھوں بغداد اور صلیبیوں کے ہاتھوں اندلس کی تباہی یاد دلاتی ہے اور ہم اس کا ماتم بھی منا رہے ہیں جیسے ابن کثیر - رحمہ اللہ - نے بغداد کی تباہی کا مٹری ماتم کیا تھا اور ابو البقا ارنندی نے اپنے دوسرا شعار میں اندلس کا مٹریہ پڑھا ہے۔

لیکن موجودہ حالات کا ایک خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ ان حالات کی وجہ سے اہل اسلام کے دلوں میں مایوسی ڈیر اڈال رہی ہے۔ ہر محفل و مجلس میں یاس و قنوطیت کی فضا بکھلی رہی ہے اور قوموں کی زندگی کے لئے یہ بات خوش آئند نہیں ہے۔ اور یہ قوم تو پھر صاحب کتاب ہے، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنا شیوہ ہے، مایوسی کفر ہے یا نہ کا شعہار ہے۔

حالات کچھ بھی ہوں، امید کا دامن ہمارے ہاتھوں سے چھوٹنا نہیں چاہئے۔ اور یہ حالات اندلس کے حالات سے زیادہ برے تو نہیں ہیں جہاں سے اسلام کا نام و نشان ہی مٹا دیا گیا۔

آج اہل قلم و شہسوارانِ مہر و محراب کی ذمہ داری ہے کہ قوم میں مایوسی نہ پیدا کریں بلکہ اسے مایوسی اور نا امیدی کے دلدل سے نکالیں اور اسے حوصلہ عطا کریں۔

اور اس قصے کا ایک اہم شرعی پہلو یہ ہے کہ اللہ کے فضل و کرم اور

منافقین کی منافقانہ چال

ظہیر الدین سنابلی

درگزر کریں، ان کا مواخذہ نہ کریں اور لوگوں کے سامنے ان کا راز فاش نہ کریں اور آپ ان سے دُریں بھی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

منافقین سے اعراض کی حکمت میں علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر ان سے غزوہ درگزر کا معاملہ نہ کیا جاتا تو لوگ اسلام سے متنفر ہو جاتے کہ یہ کیسا دین ہے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کا قتل کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”من الشواہد علی قاعدة سد الذرائع ان النبی ﷺ کان یکف عن قتل المنافقین مع کونه مصلحاً للبلاد لیکون ذریعة الی قول الناس ان محمداً ﷺ یقتل اصحابہ لا من هذا القول یوجب النفور عن الاسلام ممن دخل فیہ ومن لم یدخل فیہ وهذا النفور حرام“ (اقامة الدلیل علی ایصال التحلیل: ۴۷۱/۳) ترجمہ: اصول سد الذرائع کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے منافقین کا قتل نہیں کیا جبکہ ان کے قتل میں فائدہ بھی تھا صرف اس سبب سے کہ کہیں اس کی وجہ سے لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کا قتل کرتے ہیں کیوں کہ یہ چیز اسلام میں داخل ہونے والے اور جو لوگ داخل نہیں ہوئے ہیں انہیں اسلام سے متنفر کرتی ہے اور اسلام سے متنفر کرنا حرام ہے۔

(توکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلاً) آپ اللہ پر توکل کیجئے یعنی آپ ان منافقین کی سازشوں اور حیلے بازیوں کے تعلق سے اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے

اور اپنے معاملات کو اسی کے حوالے کر دیجئے کیوں کہ وہی کارساز ہے اور بطور کارساز وہ آپ کے لئے کافی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّنُونَ فَأَعْرَضَ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾ (النساء: ۸۱) ترجمہ: اور یہ (منافقین) کہتے ہیں (ہمارا کام تو آپ کی) فرمانبرداری ہے۔ پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کی کبھی ہوئی بات کو بدلنے کے لئے مشورہ کرتا ہے، اور اللہ جو کچھ رات کو وہ سازش کرتے ہیں لکھ لیتا ہے۔ پس آپ ان سے اعراض کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے، بطور کارساز اللہ ہی کافی ہے۔

آیت کی مختصر تفسیر:

منافقین کی ایک عادت قبیحہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ اللہ کے رسول ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتے ہیں اور آپ ﷺ انہیں کسی کام کا حکم دیتے یا کسی عمل سے روکتے تو وہ فوراً منافقانہ وصف اپناتے ہوئے صرف اپنی زبان سے کہتے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کی ہر بات پر اطاعت کریں گے لیکن ان کے دل میں مخالفت و عناد کا غبار ہوتا۔ چنانچہ جب وہ اللہ کے رسول کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے کہا تھا اس کی مخالفت کرنے کے لئے آپس میں مشورہ کرتے، آپ کی کبھی ہوئی بات کے خلاف سازش رچتے اور اس پر عمل نہ کرنے کے لئے مختلف قسم کے حیلے بہانے تلاش کرتے لیکن اللہ نے انہیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو کچھ تم رسول ﷺ کے خلاف مشورہ کرتے ہو اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے اور وہ تمہاری ہر بات لکھ رہا ہے۔

(فاعرض عنهم) آپ ان سے اعراض کریں یعنی ان سے

قواعد:

☆ اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت کہ منافقین بھی اسے واجب سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انکی مخالفت کے لئے وہ مختلف حیثیتیں اٹھاتے تھے۔

☆ نفاق کی قباحت کہ وہ انسان کو اطاعت و فرمانبرداری کے قریب تک جانے نہیں دیتا۔

☆ مخالفت رسول کا انجام۔

☆ نفاق کی ایک بڑی علامت قول و عمل میں تضاد۔

☆ اسلام کے نظام امن و امان کی وسعت کہ ظاہری طور پر اسلام کو اپنانے والے کو بھی اسلام کی برکت سے جان، مال اور عزت و آبرو کا امان حاصل ہو جاتا ہے۔

☆ عفو و درگزر کی اہمیت کہ منافقین کے اعمال روئیدہ کے باوجود آپ ﷺ کو ان کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ توکل علی اللہ کی اہمیت کہ منافقین کی سازشوں کے مقابلہ میں اللہ کے رسول کو اس کا حکم دیا گیا ہے جس کا واضح مطلب ہے کہ منافقین کی سازشیں چاہے کتنی بھی گہری ہوں اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکتیں۔

☆ اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیشہ بندوں کے اعمال پر نگہبان ہے اور ان کا ہر ایک عمل اس کے یہاں لکھا جاتا ہے۔

اسلام میں تواضع کی اہمیت و فضیلت:

قارئین کرام: مذہب اسلام میں انسانوں کی فلاح و نجات کے لئے بے شمار ذریعہ اصول اور روشیں طریق ہیں جن کو ابن آدم اگر اپنی اس مختصر سی حیات میں اپنالے تو ان شاء اللہ العزیز اس کی اس دنیا کے ساتھ ساتھ اخروی اور ابدی دنیا بھی بہتر ہو جائے، اور رب کائنات کے کفلس و مقرب بندوں میں شامل ہو جائے۔

کامیابی و کامرانی کے اہم راہبوں میں سے ایک تواضع اور انکساری کی راہ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت میں اس بارے میں کئی فضیلتیں آئی ہوئی ہیں اور نبی کریم ﷺ خود تواضع پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے نماز، استسقاء کے وقت نہایت ہی عاجزی اور انکساری و تواضع کا مظاہرہ کیا تھا۔ حدیث نبویؐ خدمت ہے: قال ابن عباس: ”خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم للاستسقاء متذللاً متواضعاً متخشعاً ومتضرعاً“۔ (ارواء الغلیل: ۶۶۹)

ایک حدیث مبارکہ میں تواضع کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جو تواضع کو اپناتا ہے اللہ اس کے مقام کو بلند کرتا ہے۔ ”وَمَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ زُفَعَهُ اللَّهُ“ (مسلم: ۲۵۸۹، الصحيح: ۲۳۲۸، واللفظ: ۲۵۸۹)

اسی طرح تواضع اختیار کرنے والوں کو اللہ رب العالمین روز قیامت ایمان کا لباس پہنائے گا۔ حدیث رسول نبویؐ خدمت ہے۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْبُخَارِيُّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”مَنْ تَزَلَّكَ اللَّبَاسُ تَوَاضَعًا وَهُوَ يَقْبِذُ عَلَيْهِ ذِعَاظُ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى زُفُوسِ الْخَلَائِقِ حَتَّى يَخْبُوَ مِنْ أَبِي حَنْظَلٍ الْإِبْرَاقِ شَاءَ يَلْبَسُهَا“۔ (سنن ترمذی: ۲۴۸۱، الصحيح: ۷۱۸) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تواضع رکھنے کے باوجود تواضع اختیار کرتے ہوئے (بہترین لباس نہ پہنا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق کے سامنے لائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ وہ ایمان کا جو لباس چاہے پہنے۔ اللہ ہم سب کو تواضع اختیار کرنے کی توفیق دے آمین۔

اکرام الدین سلفی

امام عامر بن شراحیل اشجی رحمہ اللہ
(المتوفی: ۱۰۰ھ) فرماتے ہیں:

”لَا أَذْرِي بِنُصْفِ الْعِلْمِ“۔ (سنن

الدارمی: بتحقیق: حدیث
الدارمی: ۴۶۶۱، ح: ۸۱، وقال المحقق:

اسناد صحیح)

(ترجمہ): ”لَا أَذْرِي“ (یعنی میں نہیں

جانتا ہوں) کہنا، آدھا علم ہے۔

حلال و حرام اور دل کی دنیا

انصار زیر محمدی

حرام ہیں یا حلال؟ لیکن پختہ علم اور صحیح سوچو جو جو رکھنے والوں کے لئے یہاں بھی کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر قرآن نازل فرمایا: اور امت کو جن چیزوں کی ضرورت ہے ان تمام کا ذکر فرمایا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَإِنزِلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (سورۃ النحل: ۸۹) اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت موجود ہے۔

سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَسِينُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ النساء: ۱۷۶) اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یہ وضاحت اس لئے کرتا ہے کہ تم جھگٹے نہ پھرو، اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

﴿وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۱۹) آخر کیا بات ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يَسِينُ لَهُمْ مَا يَتَّقُونَ﴾ (سورۃ التوبة: ۱۱۵) اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کیا کرتا، حتیٰ کہ ان پر یہ واضح نہ کر دے کہ انہیں کن کن باتوں سے بچنا چاہئے۔

ان آیتوں میں جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب قرآن مجید کو لوگوں کی ہدایت اور ان کے لئے چیزوں کی وضاحت کے لئے نازل فرمایا ہے، وہیں یہ بھی فرمادیا کہ دین مکمل ہو چکا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جانب سے کسی چیز کی وضاحت کرے یا کسی آیت کا مفہوم نکالے، یا اپنی رائے سے دین کا کوئی مسئلہ حل کرنا چاہے تو اسے یہ آیت ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ دین کامل ہے اور زندگی کے تمام امور کو شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (سورۃ المائد: ۳) آج میں

عن ابي عبد الله النعمان بن بشير رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ان المحلال بين وان الحرام بين وبينهما امور مشبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام، كالأرعى يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه، ألا وإن لكل مثلك حمى، ألا وإن حمى الله محارمه، ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسد فسد الجسد كله ألا وهي القلب۔ (صحیح البخاری: ۵۲) و (صحیح مسلم: ۱۵۹۹) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ حلال بھی، کھارہے اور حرام بھی ظاہر ہے، اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں، جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کے بجائے ان پر عمل پیرا ہو گیا) تو وہ حرام میں پڑ جائے گا، جیسا کہ چرواہا (اٹنار یوز کسی کھیت کی) باز کے قریب چرائے تو غنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں بھی تنگی اس کا یوز چرنے لگے گا۔ پھر فرمایا: خبردار بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کر کے) باز لگا دی ہے۔ (اور اپنی رعایا کے لئے حد بندی کر دی ہے)، اور بلاشبہ اللہ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں، جو اس نے حرام بتائی ہیں، پھر فرمایا کہ خبردار انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے، جب صحیح ہو جائے تو مہاراجہم صحیح ہو جاتا ہے، اور وہ ٹکڑا خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار وہ ٹکڑا دل ہے۔

اس حدیث میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ شریعت میں حلال و حرام کے اکثر مسائل بالکل واضح ہیں، ان میں کسی قسم کا شبہ یا تردید نہیں ہے، البتہ کچھ امور ایسے ہیں جن کی حالت و حرمت میں لوگوں کو اشتباہ ہوا ہے، کہ یہ

نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ﴿قَدْ فُتِحَتْكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلِيَا كُنْهَارَهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا بَعْدِي إِلَّا خَالِكٌ﴾ (اخر جہ ابن ماجہ (۲۳) و احمد ۲۶۱۳ و صحیحہ الانبالی) میں نے تمہیں اسکی روشنی شاد واد پر چھوڑا ہے، جس کی رات دن کی مانند ہے، اس سے میرے جانے کے بعد وہی جھٹکے گا جو ہلاک ہونے والا رہے گا۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ﴿صُوِّفِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَاحِلَانِ يَحْرُكُ جَنَاحِيهِ فِي السَّمَاءِ الْأَوْفَقِ ذِكْرُ ثَمَانَةِ عِلْمَاءَ﴾ (اخر جہ احمد ۵۳۶۵، رقم: ۲۱۹۸۹، و حسنہ الشیخ شعیب الارنؤوط) نبی کریم ﷺ دنیا سے چلے گئے مگر ہمیں ہر چیز کی خبر دے گئے یہاں تک کہ آسمان میں اڑنے والے پرندے کا بھی علم دے گئے۔

اشیاء کی تحن قسمیں ہیں: ۱۔ وہ چیزیں جو واضح طور پر حلال ہیں۔ ۲۔ وہ چیزیں جو واضح طور پر حرام ہیں۔ ۳۔ وہ چیزیں جو شبہ والی ہیں۔

۱۔ وہ چیزیں جو بغیر کسی شک و شبہ کے حلال ہیں مثلاً پھل، فروت، میوہ جات، اناج، غلہ، مکئی، اونت کا گوشت، روٹی کا لباس، یا اسی طرح خفہ، دہیہ۔ یہ وہ مال قسمت وغیرہ۔

۲۔ وہ چیزیں جو بلاشبہ حرام ہیں جیسے مردار کھانا، خون، سور کا گوشت، محرکات سے نکاح کرنا، مردوں کیلئے ریشی لباس زیب تن کرنا، سود، جوہر، حرام چیزوں کی تجارت اور ان کی قیمت کھانا، کسی کا مال ہڑپ کر لینا اور چوری، دہشتی وغیرہ۔

۳۔ وہ چیزیں جن کی حکمت و حرمت مشتبہ ہے، مثلاً مگر چھ کا گوشت، بیج، تورق، سونے کا پانی چھ حائے ہوئی گھڑی یا گھوٹی کا پہننا، سگریٹ و دھن نوشی وغیرہ۔

سگریٹ نوشی کا بعض لوگوں نے حلال کہا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔ بعض نے حرام کہا ہے، دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس کے مفسد شراب ہی طرح فوائد سے زیادہ ہیں۔ بعض لوگ مکروہ کہتے ہیں۔ اب انہی صورت میں احتیاط کا حکم ہے کہ انسان اس شبہ والی چیز سے دور رہے، ویسے رائج قول کے مطابق حرام ہے۔ لیکن یہ حرمت فخر اور سود کی طرح نہیں ہے۔

اسی لئے مشتبہ امور کے بارے میں فرمایا گیا: انھیں بہت لوگ نہیں جانتے، بعض مرتبہ علم کی کمی بھی انسان کو شک و شبہ میں ڈال دیتی ہے۔ اس لئے جہاں انسان کو شک و شبہ ہو وہاں شبہات سے کنارہ کش ہو جائے اسلئے کہ اسی میں اس کے ایمان کی سلامتی ہے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاتا ہوں تو زمین پر بھجور گری ہوئی پاتا ہوں، اسے میں کھانے کے لئے اٹھالیتا ہوں، پھر مجھے اندیشہ آتا ہے کہ شاید یہ صدقہ کی ہو، یہ سوچا اسے بھرنے میں پرہیزگار نہ ہوں۔ (صحیح البخاری: ۲۳۲۲، و صحیح مسلم: ۱۰۵۰)

مسند احمد میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ایک شب نیند نہیں آ رہی تھی آپ کی بعض ازواج مطہرات نے کہا یا رسول اللہ آج رات آپ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے نیند نہیں سونے تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک بھجور بڑی تھی جسے میں نے کھا لیا، جب کہ ہمارے یہاں صدقہ کی بھجوریں بھی تھیں، مجھے خوف محسوس ہوا کہ میں نے جو بھجور کھالی ہے کہیں وہ صدقہ کی بھجور نہ ہو۔ (اخر جہ احمد فی المسند: ۱۸۳/۲، ۱۹۳، و حسنہ الشیخ شعیب الارنؤوط)

غور کیجئے نبی کریم ﷺ شبہ والی چیزوں سے بچنے کا کس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے، اس لئے کھانے پینے میں اور عبادات و معاملات کے تمام کاموں میں انسان کو چاہئے کہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی کہ اسے دوسرے ہوتا ہے کہ نماز میں اس کا وضو نہ ہوتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس وقت تک نماز نہ توڑو جب تک آواز نہ سن لو یا نہ پاؤ (صحیح البخاری: ۱۳۷۱، و صحیح مسلم: ۳۶۱، حدیث عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ)

جس طرح چمکندہ کی کے کنارے بکریاں چرانے والا ہمیشہ اس خطرہ سے دوچار رہتا ہے کہ اس کا جانور نہیں سمجھتا جس نہ چرے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے اس مثال کے ذریعہ امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ شبہ والی چیزوں کے قریب جانے میں حرام میں پڑنے کا خدشہ ہے۔ حدود اسی لئے بنائے جاتے ہیں کہ ان کی پابندی کی جائے۔

دل کی کہانی: حدیث کے آخری حصہ میں دل کی کیفیت اور اس کی حیثیت بیان کی گئی کہ انسان کی ساری حرکات و سکنات، اس کی نگاہ اور زبان، اس کا ہاتھ پیر، اور جسم کا ہر عضو دل کی صحت و سلامتی پر منحصر ہے، انسان کے جسم میں دل کو منتر کی حیثیت حاصل ہے، جس طرح منتر اور صدر مقام سے سارے کام انجام پاتے ہیں اسی طرح انسان کے جسم کے سارے حصے کو دل ہی سے غذا اور دوا پہنچائی کی جاتی ہے، انسان کے دل میں اگر اللہ کی محبت رچتا رہی ہے اور اللہ کے خوف سے اس کا دل معمور ہے تو اس کے سارے کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق انجام پائیں گے، وہ دکھائوں سے دور رہ کر زندگی گزارے گا، اور اس کے برعکس اگر اس دل میں غیر اللہ کی محبت رہی ہے، اس پر غور ہشامت نفس کا غلبہ

کے لئے دیا، اللہ کے لئے روکا، اور اللہ کیلئے محبت کیا، اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کیا تو گو یا اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

﴿انما حرم علیکم الميتة والدہم ولحم الخنزیر وما اهل به الغیر للہ﴾ اس نے تم پر مردار، خون اور خوک کے گوشت کو اور ان تمام چیز حراموں کو جنہیں اللہ کے سوا کسی اور کے ساتھ نامزد کر دیا گیا ہو حرام قرار دیا ہے۔ (البقرہ: ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هو الذی انزل علیک الکتاب منه آیات محکمات هن ام الکتاب و آخر متشابہات فاما الذین فی قلوبہم زغ فیستعین ما تشابہ منه ابتغاء الفتی و ابتغاء تاولیہ و ما یعلم تاولیہ الا اللہ﴾ (سورۃ آل عمران: ۷۰) وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیات محکم ہیں، اور کئی (محکمات) کتاب کی اصل بنیاد ہیں، اور دوسری متشابہات ہیں، اب جن لوگوں کے دلوں میں گمئی ہے، وہ فتنہ انگیزی کی خاطر متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور انہیں اپنے مسبب متشابہتی پہناتے ہیں، حالانکہ ان کا صحیح مفہوم اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

جائزہ صدر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ کے پیچھے لگتے ہیں تو کبھی دو لوگ ہیں جن کا اللہ نے نام لیا ہے لہذا ان سے بوشیار رہو۔ (الخروجہ البخاری: ۲/۶، ترمذی: ۲۵۳۷)

خوارج جو اہل بدعت کا پہلا گروہ ہے، جن کے بارے میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: یہ لوگ محکم پر ایمان رکھتے ہیں، اور متشابہ میں گمراہ ہو جاتے ہیں، حالانکہ اس کی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم، اور پختہ مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم دس ہزار ایمان لائے۔ تمام اہل بدعت کی علامت یہی ہے کہ وہ متشابہ سے چمٹے رہتے ہیں اور محکم کو ترک کر دیتے ہیں، کیونکہ ان کے دل میں گمئی ہوتی ہے۔

مسائل:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔
۱۔ حرام چیزوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ ۲۔ حلال اور حرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس میں شبہ نہیں پیدا کرنا چاہئے۔ ۳۔ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔ ۴۔ پختہ علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ ۵۔ احتیاط کرنے میں دین اور ایمان کی سلامتی ہے۔ ۶۔ دل کی صفائی ضروری ہے۔ ۷۔ دل جسم کے تمام اعضاء کا بادشاہ ہے۔ ۸۔ مرجعہ پر اس حدیث میں رو ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معصیت ایمان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

ہے، تودہ معصیت میں غرق ہو کر زندگی گزارے گا، اسی لئے دل کو سارے جسم کا بادشاہ کہا جاتا ہے، اور جسم کے دوسرے اعضاء کو بادشاہ کی فوج کہا جاتا ہے، اگر بادشاہ صحیح رہے گا تو اس کی فوج بھی دندار اور ایماندار رہے گی، اگر بادشاہ خراب ہو جائے گا تو اس کی ساری فوج بے دین و بے عمل ہوگی، جو ہر محاذ پر شکست سے دو چار ہوگی۔

تو لقمان علیہ السلام سے ایک دن ان کے مالک نے کہا کہ جسم کا سب سے اچھا حصہ مجھے لا کر دو، لقمان علیہ السلام نے ایک بکری ذبح کر دئی اور اس کا دل اور زبان ایک تھلی میں سجا کر اپنے مالک کو پیش کر دیا، چند دنوں بعد ان کے مالک نے کہا: جسم کا سب سے برا حصہ مجھے لا کر دو، لقمان علیہ السلام نے پھر ایک بکری ذبح کر دئی اور اس کا دل اور زبان لا کر اپنے مالک کی خدمت میں پیش کر دیا، جس پر ان کے مالک کو حیرت اور تعجب ہوا، اس نے سبب پوچھا؟

تو لقمان علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: ﴿انہما احسن شئی اذا طابا و اخیث شئی اذا خبتا﴾ یہ دونوں چیزیں (دل اور زبان) جب اچھی رہیں تو سب سے اچھی ہیں، اور اگر یہ دونوں چیزیں گھڑ جائیں تو جسم میں سب سے بری چیزیں۔ (التفسیر ابن کثیر: ۱/۸۹، ۸۹)

اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف قلب سلیم ہی کام دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتى اللہ بقلب سلیم﴾ (سورۃ الشعراء: ۸۹-۹۰)

جس دن نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، البتہ کہ کوئی اطاعت گزار دل لے کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

قلب سلیم کی تعریف یہ ہے کہ وہ آفتوں اور باطل عقائد و نظریات سے خالی ہو، جس دل میں اللہ کی محبت کے سوا کسی دوسرے کی محبت نہ ہو، اگر کسی دل میں غیر اللہ کی محبت ہے تو وہ دل فاسد اور مریض دل ہے، دل کی صحت کی لئے ضروری ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت، اللہ کا خوف، اللہ سے محبت، اللہ پر توکل، اور اللہ کی توحید بھری پائی ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قل ان حکمہم فیہم اللہ فلا یعولون﴾ (توبہ: ۳۱) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

سنن وغیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ﴿من اعطی اللہ و منع اللہ و احب اللہ و ابغض اللہ فقد استکمل الایمان﴾ (الخروجہ ابو داؤد: ۴۱۸۱) ہاں سنا حدیث۔ والترمذی: (۲۵۲۱) واحمد: ۳/۳۳۹، ۳۴۰ من حدیث معاذ بن النضر الجعفی والحدیث صحیح بمعجموع طرقہ و شواہدہ۔ جس نے اللہ

بنو امیہ پر الزامات کا جائزہ

محمد جعفر انوار الحق الہندی

یہ مضمون دراصل علامہ محمود شاہ کی شاہکار تصنیف ”الذریعۃ الاسلامیہ“ کی جلد ۴ کا مقدمہ ہے، جس میں بنی امیہ کی تاریخ ذکر کی گئی ہے، تاریخی واقعات کا تذکرہ کرنے سے پہلے ۵۰ صفحات پر مشتمل یہ قیمتی تحریر انہوں نے بطور تمہید پر قلم کی ہے۔

پچھلے دنوں حادثے کر بلا اور واقعہ خربہ کے سلسلے میں جب علامہ کا موقف معلوم کرنے کے لئے اس جلد کا مراجعہ کیا تو اس چشم کشا تحریر نے قلب و نظر کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، چونکہ اردو زبان میں اس طرح کی معلوماتی تحریریں کیاب ہیں اس لئے ”خلافت و ملوکیت“ جیسی زہر آلود فکری انارک کی سے لبریز اور قرون اولیٰ کی کردار کشی پر بنی کتاب ہمارے ماحول میں رواج پذیر ہے، اس ناطقے میں نے سوچا کہ اس واقع اور قیمتی تحریر کو اردو جامہ پہنا کر قارئین کو عہد بنو امیہ کے سلسلے میں بنی برصداقت معلومات سے آگاہی کا موقع فراہم کیا جائے، کیوں کہ عہد بنی امیہ کو مطلعین کرنے کا سادہ سا مطلب ہے قرون مشہود لہذا بالآخر کو مطلعین کرنا، اور جب اس زمانے کے صحابہ و تابعین کی دینی، اعتقادی، علمی اور فکری جہت کو مجروح کر دیا جائے گا تو پھر اسلام تو انہیں کے زمانے سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے اس کی معنویت اور اس کی صداقت کو کس طرح اور کس ذریعہ سے درست قرار دیا جاسکے گا؟

نیز اس کا مطلب یہ بھی ہوگا جیسا کہ مستشرقین یا ان کے زوال باروں کا دعویٰ ہے کہ اسلام دنیا میں رابع صدی سے زیادہ نافذ نہ رہا، کیوں کہ علوم و فنون، تحقیق و تدریس اور تمدن و کلچر کی ہمنوائی اس کے بس کی بات نہیں ہے۔

اس تحریر کے ذریعہ اس خام فکر کا ازالہ بھی ہوگا اور قرون اولیٰ کی شاندار روایات کا احیا بھی، اسی مقصد کے پیش نظر یہ تحریر قسط وار پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

(ابو جود الہندی)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على
نبينا وسيدنا خاتم النبيين وعلى آله وصحبه
أجمعين، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له
وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد!

تاریخ بنو امیہ کو بہت زیادہ بگاڑ دیا گیا ہے، بلکہ اس کی شکل ہی مسخ کر دی گئی ہے اور ایسا تاثر دیا گیا ہے کہ عہد خلفائے راشدین اور عہد بنی امیہ کے درمیان یکبارگی ایسا انقطاع ہو گیا کہ دونوں عہد مختلف سمتوں میں رواں دواں ہو گئے، اور اسی لئے بعض لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ اسلام کو روئے زمین پر صرف عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں ہی

غلبہ اور حتمکن حاصل ہوا، اور جب معاملہ اس تصور تک پہنچ گیا تو اس میں ایک نکتہ کا اضافہ کیا گیا کہ اسلامی حکومت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلیفہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے عہد میں قائم ہوئی جس کی مدت رابع صدی یعنی ۲۵ سال سے بھی کم ہے، اور اسلام پسند یا حاطلین اسلام ایسا صرف اس لئے کر سکے کہ وہاں دیہاتی طرز زندگی اور سادہ اجتماعی زندگی ہی رائج تھی گو یا کہ تمدن سے دوری اور بدویت اسلام کے غلبہ کی وجہ ہے ورنہ اگر حضارت و تمدن موجود ہو تو اسلام کی دال گلنے والی نہیں ہے، اسی لئے جب اسلامی فتوحات کے بعد تمدن و حضارت کی مدینہ منورہ تک رسائی

جذبات کو برا سمجھنے کیا اور انہوں نے بنو امیہ پر نہ صرف تنقید کی بلکہ ان پر شدید جرح بھی کی۔

اور چونکہ ان عوام کی طرف سے ان پر طعن کیا گیا جو تاریخ کو ذرا بھی نہیں جانتے سوائے ان چیزوں کے جو انہوں نے سن رکھا ہے لوگوں کی زبانوں نے انہیں نقل کیا اور وہ لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی ہیں، اسی طرح وہ کتابیں بھی ہیں جو لوگوں کے درمیان مشہور و مستداول ہیں حالانکہ ان کے مصنفین کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہیں اور کیسے ہیں؟

ان تمام لوگوں نے مل کر بلا تفریق بنو امیہ پر تنقید کی اور ان کے عہد حکومت کو نشانہ بنایا، ہوسکتا ہے کہ ان میں سے بعض نے قصداً ایسا کیا ہو اور بعض نے بلا ارادہ، بعض نے شعوری طور سے کلام کیا ہو اور بعض نے لاشعوری طور سے، لیکن ان تمام ہی لوگوں نے بنو امیہ کے بارے میں افواہوں اور بے سچ کی باتوں کو رواج دیا اور بغیر کسی تحقیق یا بغیر کسی تحلیل و تجزیہ یا بحث و جستجو کی ایک عمومی نظر ڈالے بغیر ان کا پرچار کیا، پھر بعد میں یہی افواہیں روایات بن گئیں اور انہیں قبولیت کے درجے میں رکھ کر بیان کیا جانے لگا، اور افواہوں کو صداقت باور کر لیا گیا، اور اخبار و واقعات کو اس طرح ڈھالا گیا اور انہیں اس طرح گھڑا گیا کہ وہ بنی امیہ کو مجرم قرار دیں اور انہیں بدترین شکل میں پیش کریں۔

ان غیر واقعی روایات یا افواہوں کو قبول کرنے میں درج ذیل چیزیں مددگار ثابت ہوئیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آل بیت سے تمام مسلمانوں کی محبت اور ان کے ساتھ ہمدردی، اسی کے ساتھ اگر اس کا اضافہ کر دیا جائے تو بات مزید قوی ہو جائے گی کہ انسانی نفس ہمیشہ اس کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے جس پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا جو کسی تکلیف و سزا کا شکار ہو جاتا ہے، زبانیں ان مصائب کو نقل کرتی ہیں اور ان میں اضافہ بھی کرتی ہیں، یہاں تک کہ وہ اس درجہ جزا و ملال کا آئینہ بن جاتی ہیں کہ دل ان سے خون خون ہو جاتے ہیں، اور آنکھیں آنکھاری کا مظاہرہ کرتی ہیں اور قلوب بھی ان کے ساتھ ہیچے جاتے ہیں۔

ہوئی اور فارسی و رومی تمدن سے اسلام کا مقابلہ ہوا تو اسلام اس حضارت و تمدن کے سامنے ٹک نہ سکا اور صحابہ کرام کے درمیان اختلافات رونما ہو گئے، اس کی مثال وہ اختلاف ہے جو علی بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے مابین برپا ہوا، علی رضی اللہ عنہ کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر قائم رہنے کی نمائندگی کر رہے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ رومی تمدن سے متاثر ہونے والے گروہ کی نمائندگی کر رہے تھے، کیوں کہ بلا و شام میں براہ راست ان کا سابقہ رومی تمدن سے تھا۔

ہوسکتا ہے کہ بنو امیہ کی تاریخ کو مسخ کرنے کا مقصد خود ان کو نشانہ بنانا اور بدنام کرنا ہو مگر اصل میں یہ اسلامی حکومت پر حملہ کے ہم معنی ہے۔

عہد بنو امیہ پر متعدد جہات سے یاغاری مہمیں ہوئی ہیں اور مختلف لوگوں کی طرف سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہے، ایک تو ان کے سیاسی حریف بنو عباس کی طرف سے انہیں نشانہ طعن بنایا گیا، جن کے زمانے میں تاریخ کی تدوین عمل میں آئی ہے،

دوسرے ان کے حقیقی دشمن شیعہ اور خوارج کی طرف سے ان پر طعن کیا گیا، کیوں کہ یہ لوگ ان کے ہاتھوں سخت چوٹ کھا چکے ہیں۔

اور تیسرے ان اچھے جذبات کے حامل مسلمانوں کی طرف سے ان کو نشانہ بنایا گیا جنہیں اسلامی حکومت کا نظام شورائیت سے نکل کر شاہی نظام میں غفلت ہو جانا و ہشت زدہ کر گیا، کیوں کہ خلفائے راشدین کے عہد میں حکومت نظام شوری پر قائم تھی جو کہ بنی امیہ کے عہد میں بادشاہت میں تبدیل ہو گئی، یہ بات انتہائی اہمیت رکھتی ہے۔

اسی طرح آل بیت کو جو مظالم اور مصائب لاحق ہوئے وہ بھی لوگوں پر بہت دشوار گزرے، اسی طرح کعبہ کیساتھ جو کچھ پیش آیا، اور آل زبیر کو جن مصائب و مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، اور بنو امیہ کے گورنروں نے مسلمانوں پر جو قساوت کا معاملہ کیا، ان تمام باتوں نے مسلمانوں کے

آل بیت کو پیش آنے والی مصیبتیں جب اس طرح ہیں تو پھر اہل کثرت ہونا ہی تھا بلکہ ہو سکتا ہے وہ مصائب اس سے بھی زیادہ سخت اور قساوت پر مبنی ہوں جتنا ابھی تک بیان کیا گیا ہے، لیکن سچائی یہ ہے کہ ہر واقعے کی تحقیق اور اس کا تجزیہ ہونا چاہیے کہ اس میں اجتہاد کتنا ہے؟ اور اس میں مبالغہ اور لغزش کی آمیزش کتنی ہے؟

اسی طرح منہج اسلامی کی تطبیق کے اصولوں اور سطحی جذبات و بے وزن محبت کے درمیان تفریق کرنا چاہیے۔

(۲) بنو امیہ کے اکثر لوگوں کا اسلام قبول کرنے میں تاخیر کرنا بھی ان روایتوں و روایاتوں کے قبول کرنے میں معاون ثابت ہوا ہے، بنو امیہ کے اکثر لوگ اسلامی دعوت کے مقابل صف میں شامل اور دشمنی پر آمادہ رہے بلکہ انہوں نے اسلام سے جنگ کے لئے قریش کی قیادت کی، اور مسلمانوں کے خلاف بڑا لشکر جمع کیا اور مختلف احزاب اور ٹولیوں کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کیا، ان میں سب سے آگے ابوسفیان صخر بن حرب تھے جن کی طرف پہلا اموی فائدہ ان منسوب ہے، اور فتح مکہ کے موقع پر جس طرح وہ اسلام لائے اس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ تلوار کے ذرے سے اسلام لائے تھے، وہ حنین اور طائف میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوئے لیکن فال نکالنے والا حیراب بھی ان کے ترکش میں موجود تھا، اور اس دن انہیں اور ان کی اولاد کو مال غنیمت کا بہت بڑا حصہ دیا گیا تاکہ اسلام میں ان کی دلجوئی کی جاسکے۔

ان حالات نے مسلمانوں کو بھلا دیا کہ اس غزوہ کے فوراً بعد انہوں نے حسن اسلام کا مظاہرہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں خراج کا والی و گورنر متعین کیا، اور نبی ﷺ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ ان سے راضی تھے ”رضی اللہ عنہ و آرشاہ“

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یمن میں صدقات کا ذمہ دار بننا کر بھیجا۔

لوگوں کو میدانِ جہاد میں ان کا بہترین کارنامہ بھی یاد نہ

رہا، یزحماپے کی عمر میں جب کہ وہ ستر کے قریب تھے شام کی طرف جاتے والے مجاہدین کے لشکر میں شریک ہوئے، معرکہ یرموک میں ان کا کارنامہ اور ان کا اپنے بیٹوں کو اللہ کی راہ میں جہاد اور قربانی دینے پر ابھارنا یہ سب لوگوں کو یاد نہ رہا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے یزید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے جس کا رخ دمشق کی طرف تھا، انہوں نے اپنے کمانڈر بیٹے سے جنگ سے تھوڑی دیر پہلے کہا: اے میرے بیٹے! اللہ کا تقویٰ اور صبر کو لازم پکڑو، کیوں کہ اس وادی میں موجود ہر مسلمان لڑائی میں گھرا ہوا ہے، پھر تمہارا اور تمہارے جیسے لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہ مسلمانوں کے ذمہ دار اور کمانڈر ہیں، یہ لوگ صبر اور نصیحت کے زیادہ لائق ہیں، اے میرے بیٹے! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی جنگ میں صبر و برداشت اور اجر و ثواب کا تم سے زیادہ حریص اور دشمن پر تم سے زیادہ جری اور بہادر ہرگز نہ ہو، انہوں نے کہا: ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔“ (البدایہ و النہایہ ۱/۱۳)

ابوسفیان رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے دن کھڑے ہو کر مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دینے لگے اور فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! تم عرب ہو اور عجمیوں کی سرزمین پر آئے ہو، اہل و عیال سے کٹ کر امیر المؤمنین اور مسلمانوں کی جماعت سے دور ہو کر یہاں آئے ہو اللہ! تم ایسے دشمن کے مقابل ہو جس کی تعداد زیادہ ہے اور جو تم سے شدید نفرت رکھتا ہے، اور تم نے انہیں ان کی جان ان کے ملک اور ان کی عورتوں کے بارے میں پریشان کر دیا ہے اللہ کی قسم! تمہیں ان لوگوں سے نجات و حفاظت دینے والی اور تمہیں اللہ کی رضا تک پہنچانے والی چیز صرف یہ ہے کہ سچائی کے ساتھ ان کا سامنا کرو اور ناپسندیدہ جگہوں پر صبر کرو، سن لو! یہ سنت لازم ہے، تمہاری پشت پر زمین ہے لیکن تمہارے اور امیر المؤمنین و جماعت مسلمین کے درمیان صحراء اور خشکی واقع ہیں، صبر کے علاوہ نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی جائے پناہ، اللہ کے وعدے کی امید رکھو ورنہ بہترین اعتماد کے لائق ہے، تم اپنی تلواروں سے اپنی حفاظت کرو اور باہمی تعاون کرو اور

میدان میں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی اور ہر موقعہ پر آپ ﷺ کے مقابل کھڑے ہوتے احد کے دن مسلمانوں کو شدید ضرر اور اذیت پہنچائی، بلکہ اس دن مسلمانوں کو جو بھی زخم لگا اور جس بھی مصیبت سے وہ دوچار ہوئے اس کا حقیقی اور اساسی سبب وہی تھے، پھر وہ اسلام لائے، وہ خود اپنے اسلام لانے اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی اور کہا: میں نے اللہ کی راہ سے روکنے میں جب بھی اور جو بھی کوشش صرف کی ہے اس کے لئے آپ استغفار فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے“ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کے باوجود آپ میرے لئے مغفرت طلب کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ! خالد بن ولید نے حیرا راہ سے روکنے میں جو بھی محنت صرف کی ہے تو ان تمام کو بخش دے۔“ (طبقات ابن سعد: ۲۵۲/۳)

یہ بات جس طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر صادق آتی ہے اسی طرح عمرو بن العاص، ابوسفیان، اسماعیل بن عمرو، عکرمہ بن ابوتہیل، زبیر بن ابی امیہ الحزونی، اور صفوان بن امیہ بن خلف انجی پر بھی صادق آتی ہے۔

(۳) مردان بن الحکم کا رو یہ بھی ان اقواموں کی قبولیت میں مددگار ثابت ہوا، وہ اچانک ظاہر ہوئے اور اموی خاندان کی دوبارہ حکومت کی بنیاد ڈالی حالانکہ اس سے قبل وہ معروف نہ تھے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی، خلیفہ سوم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اواخر خلافت میں نمایاں ہوئے، اور بعض اہم فیصلوں اور معاملات میں شریک ہوئے، خلیفہ ان پر اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے، اور بہت سی اہم ذمہ داریاں انہیں سونپتے تھے، یہ بات مورخین کے زعم کے مطابق ہے۔

خلیفہ سوم عثمان رضی اللہ عنہ کا فداکارانہ دفاع کیا اور معرکہ جمل میں شریک ہوئے اور جنگ کی حتیٰ کہ زخمیوں سے نڈھال ہو گئے اور کسی عورت کے گھر میں علاج کے لئے لے

تمہارے یہی اعمال تمہارا قلعہ اور تمہاری پناہ گاہ ہونی چاہیے پھر وہ عورتوں کی طرف گئے انہیں وصیت کی پھر پلے اور اعلان کیا: اے اہل اسلام کی جماعت جو چیز تم چاہ رہے ہو وہ آجکی ہے، رسول اللہ ﷺ اور جنت تمہارے سامنے ہیں، اور شیطان اور جہنم تمہارے پیچھے ہیں، پھر وہ اپنی جگہ پر چلے گئے رضی اللہ عنہ۔“ (البدایہ والنہایہ: ۹/۶)

ابوسفیان رضی اللہ عنہ لشکر کے ہر کھڑے پر ٹھہرتے اور کہتے: ”اللہ! اللہ! تم عرب کی اصل اور اسلام کے انصار و اعمال ہو، وہ لوگ روم کی اصل اور شرک کے مددگار ہیں، اے اللہ! یہ حیرے ایام میں سے ایک دن ہے، اے اللہ! اپنے بندوں پر تو اپنی مدد نازل فرما۔“ (البدایہ والنہایہ: ۹/۶)

سعید بن المسیب کے والد یعنی مسیب بن حزان نے کہا: جنگ یرموک میں آوازیں خاموش ہو گئیں تو ہم نے ایک آواز سنی جو قریب تھا کہ پورے لشکر کو پہنچ جائے: اے اللہ کی مدد! اے مسلمانوں کی جماعت ثابت قدم رہو، پھر ہم نے دیکھا تو یہ ابوسفیان کی آواز تھی جو اپنے بیٹے یزید کے چھٹے کے پیچھے تھے۔ (البدایہ والنہایہ: ۹/۶)

مسلمان جنگ یرموک میں کامیاب اور غالب رہے، اور ابوسفیان نے اپنی دوسری آنکھ بھی کھودی، پہلی آنکھ تو انہوں نے محاصرہ طائف میں کھوئی تھی، انہوں نے جنگ یرموک کے بعد ناپائیدار ہو کر اور عبادت کے لئے سب سے کٹ کر زندگی گزاری، انہیں گزشتہ دنوں حالت کفر میں اللہ کی راہ سے روکنے کے گناہ کا خوف تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس پر گرفت نہ کر لے، جب کہ اللہ تعالیٰ اسلام لانے کے بعد کفر کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

لوگ یہ بات بھی بھول گئے کہ ابوسفیان جتنی سرگرمیاں اور مواقف اسلام سے قبل دوسروں کے بھی تھے، بلکہ بعض لوگوں کا رو یہ ان سے بھی شدید تھا، پھر وہ اسلام لائے اور بہترین کارنامے انجام دیئے، اور وہ مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ قرار پائے، اور لوگوں کی زبان درازی کا شکار نہ ہوئے، مثلاً: خالد بن الولید رضی اللہ عنہ، جنہوں نے ہر

جائے گئے۔

(۳) خلیفہ چہارم علی رضی اللہ عنہ کی خوبصورت سوانح عمری اور ان کی عمدہ سیرت بھی ان اقواموں کو قبول کرنے میں معاون بنی، کمسنی اور دعوت کی ابتداء سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہود و مشرکین کے خلاف تمام معرکوں میں جو انہرودی کے جوہر دکھائے، بدر، احد، خندق، خیبر، اور حنین سب میں شریک رہے، اس لئے قلوب ان کی طرف مائل ہوئے اور دلوں میں ان کی عقیدت نے جگہ پائی، وہ اس بات کے اہل بھی ہیں کیوں کہ وہ مرومیدان اور جنگوں کے شہسوار تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور خلافت راشدہ کی ابتدا سے ان کی آواز خاموش ہونے لگی اور ان کا سورج ڈوبنے لگا، حالانکہ اس سے قبل وہ خوب روشن اور درخشندہ تھا لیکن یہ خاموشی اور پھیکا پن حقیقی نہیں بلکہ ظاہری تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظریں اسلامی فتوحات پر مرکوز تھیں اور ان میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شریک نہ تھے، کیوں کہ خلیفہ دوم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خواہش یہ تھی کہ کبار صحابہ مدینہ میں موجود رہیں تاکہ وہ ان سے مشورہ لے سکیں، اور وہ خلیفہ کی تائید اور معاونت کریں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو جہاد وہ کر چکے ہیں وہ ان کے لئے کافی ہے۔

اسلامی فتوحات کے قائدین خوب چمکے جب کہ مدینہ میں سوائے خلیفہ کے کوئی نمایاں نہ ہوا، ویسے حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے عہد میں علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اور ان کی مرکزیت کٹھنٹی نہ تھی کیوں کہ وہ فتنہ ارتداد کے انتہائی مشکل حالات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دست و بازو تھے، اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہے، ان کے خصوصی مشیر تھے اور جب عمر مدینہ سے نکلتے تو وہ ان کے قائم مقام بن کر رہتے، فتویٰ کے معاملات انہیں کے سپرد ہوتے۔

اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کے بھی دست و بازو تھے، وہ غزیش آمد و مسائل و مشکلات میں ان سے مشورہ لیتے، اور جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو ان کی رائے کو تسلیم کرتے۔

بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کو دفع کیا جاتا رہا ہے، اور چونکہ دلوں میں ان کی محبت اور ان کی بہادری سے لگاؤ تھا اس لئے بعض لوگوں نے باور کیا کہ وہ لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے، اور اپنی اس رائے کو اس طرح درست قرار دیا کہ وہ نبی ﷺ کے قریبی اور آپ کے داماد تھے، حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے والد محترم تھے، گو یا کہ خلافت کوئی میراث ہے جس کو اقرباء باہم ایک دوسرے سے وراثت میں حاصل کرتے ہیں۔

امویوں، عباسیوں اور ان کے بعد والوں پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ انہوں نے حکومت کے نظام شوریٰ کو نظام شاہی سے بدل دیا، یعنی شوریٰ کے بجائے شہنشاہی نظام جاری کیا جس میں بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے، مگر ان لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا کہ وہ کبھی بھی خلافت کے خواہشمند نہ تھے، یہ بات ان خطبوں سے ظاہر ہوتی ہے جو ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، انہوں نے کہا:

”اس ذات کی قسم جس نے دامن کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا، اگر ”حاضر“ کی موجودگی نہ ہوتی ”ناصر“ کی آمد سے بحث قائم نہ ہوتی، اور علماء سے اللہ نے عہد نہ لیا ہوتا کہ کسی ظالم کے ظلم و غصب اور کسی مظلوم کی بھوک یعنی پریشانی پر چپ رہ کر اس کی موافقت نہ کریں تو میں اس کی رسی اسی کے کندھے پر ڈال دیتا، اور آخر کے لوگوں کو شروع کے لوگوں کے پیالے سے سیراب کرتا، اور تم دیکھتے کہ یہ دنیا میرے نزدیک بکری کی کھڑ یا اس کی ٹاک سے بھی زیادہ حقیر اور بے وقعت ہے۔“

اور ان لوگوں نے یہ بات بھی اعتبار میں نہیں رکھی کہ نبی ﷺ کی وفات کے وقت وہ غزوہ ان شاپ میں تھے ان کی عمر تیس سے بہت زیادہ نہ تھی اس کے برخلاف ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی عمریں ساٹھ سال یا اس کے قریب تھیں، اور عربوں کے مزاج کے اعتبار سے ریاست و سرداری میں عمر کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

ان لوگوں نے یہ بھی قابل غور نہیں سمجھا کہ علی رضی اللہ عنہ کو اپنے دشمنوں سے پہلے اپنے انصار و احوال کی طرف سے کتنی

یہودیوں کی مدد کرنا، اور نصاریٰ کی عیارات چال بھی اس میں شامل تھی۔

یہ تمام باتیں خلیفہ کی حکمرانی کی طرف منسوب کی گئیں اور کہا گیا کہ: یہ بھڑ اور در ماندگی ہے، اسی طرح خلیفہ کی یہ خواہش کہ مسلمانوں پر سختی نہ کی جائے اور ان پر دباؤ نہ بڑھایا جائے، اس کو کہا گیا: یہ ضعف اور کمزوری ہے جب کہ دوسری طرف فقہ پر وہ زور پر ان کے گورنروں اور والیوں کی شدت ہی خلیفہ کے دشمنوں کی تائید کا ذریعہ بن گئی لہذا انہیں نشانہ بنایا گیا، اور انہیں ظالم اور قساص کا بیکر کہا گیا،

اور چونکہ یہ گورنر اموی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے خلیفہ کو تہم کیا گیا کہ وہ اپنے اہل بیت کو قریب کرتے تھے اور انہیں عہدہ و منصب میں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے، خلیفہ نے اپنی اس حرکت کا خمیازہ بھگت لیا اور اس کے نتائج کا شکار بن گئے۔ سبحان اللہ! برو بار کو ضعیف و کمزور اور قوی کو ظالم قرار دیتے ہیں!! ایسی صورت میں مطلوب اور مرغوب کون ہے؟

عثمان رضی اللہ عنہ کو اس طرح دیکھا گیا کہ گویا وہ خلیفہ راشد نہیں ہیں، اور یہ بات بھی بھلا دی گئی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، اسی طرح جان و مال کے ذریعہ اسلام کا دفاع کرنے میں ان کے کردار کو فراموش کر دیا گیا، حد پیہ اور غزوہ تبوک میں ان کا جو روشن کارنامہ تھا وہ بھی یاد نہ رہا، ان کے ابتدائی عہد کی اسلامی فتوحات، اور تمام مسلمانوں کو فارغ الہابی اور مالی فراوانی کا میسر آنا، ان کا اپنے مال سے مسلمانوں کی ہمدردی اور تنخواہی کرنا، اور اپنی ملکیت سے ان کی مدد کرنا، ان سب کو دائرہ نسیان میں داخل کر دیا گیا، اور لوگوں کو صرف یہ یاد رہا کہ ان کی خلافت کے اواخر میں فتنے برپا ہوئے اور لاقانونیت اور انارکی پھیلی۔

(۶) علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان برپا اختلاف بھی ہوا امیہ کے محبوب کو پھیلانے اور پرچار کرنے میں معاون ثابت ہوا، حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک نے مسلمانوں کی مصلحت جوئی اور صحیح طریقے پر چلنے کے لئے اجتہاد کیا، مگر چہ کہ ہمارا خیال ہے کہ قاتونی اور شرعی خلیفہ علی

کلثمت اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، جو آپ کی محبت و حمایت اور نصیحت و غیر خوانی کا دعویٰ کرتے نہیں تھکتے تھے، وہی مشکلوں اور پریشانیوں میں سب سے زیادہ آپ کی طاعت و فرمانبرداری سے دور رہتے تھے بلکہ بڑھ چڑھ کر نافرمانی کرتے تھے، اسی لئے انہوں نے اپنے خطبوں میں بار بار یہ بات کہی: "جس کی اطاعت نہ کی جائے اس کی کوئی رائے نہیں ہوتی" حتیٰ کہ ان سے اکتا گئے اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے کو ناپسند کرنے لگے اور ان سے جدائی اختیار کرنے کی خواہش کا اظہار کرنے لگے، کہتے تھے: "اے اللہ! میں ان سے اکتا گیا ہوں یہ مجھ سے اکتاہٹ کا شکار ہو گئے ہیں، میں نے ان کو ناپسند کیا اور انہوں نے مجھ کو ناپسند کیا ہے، مجھے ان سے بہتر ان کا بدل عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر میرا بدل عطا فرما"۔

جو بات ان کے ساتھ پیش آئی تھی وہی ان کی اولاد کے ساتھ بھی پیش آئی، انہی لوگوں نے ان کی بھی محبت و حمایت اور آل بیت کی نصرت کی خواہش کا دعویٰ کیا تھا، ان شیعوں نے اس پر تو توجہ دی جو دشمنوں کی طرف سے پیش آیا تھا مگر خود ان شیعوں کی طرف سے جو زخم لگا تھا اس کو بھول گئے۔

انہوں نے جن مشکلات کا سامنا کیا انہیں جو مصائب پیش آئے، اپنے دوستوں اور دشمنوں دونوں کی طرف سے جس غداری اور بد عہدی کا شکار ہوئے ان سب نے مسلمانوں کا میلان ان کی طرف کھینچ دیا۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ مسلمان ان سے حقیقی محبت رکھتے تھے اور ان کا سچا میلان انہیں کی طرف تھا کیوں کہ وہ اس کے حقدار تھے، وہ بغیر کسی نزاع کے اپنے زمانے کے سردار تھے اور جب ان کو خلافت ملی اس وقت وہ روئے زمین پر سب سے افضل تھے۔

(۵) جن چیزوں نے بنی امیہ کے خلاف افواہوں کے پھیلنے اور ان کے مقبول ہونے میں مدد کی ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تیسرے خلیفہ راشد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اواخر خلافت میں فتنے رونما ہوئے جس کا سبب تھا فتنہ عبد اللہ بن سبا، یہودیوں کی سازشی چالیں، مجوسیوں کا

زیادہ افراد نہ تھے اور ان میں بھی اکثریت عورتوں اور بچوں کی تھی، دو ٹکڑے تھے ایک ایسی جگہ کا قصد کر کے جہاں اتار کی اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا تا کہ وہ کمزور حکمران کے خلاف انقلاب برپا کر سکیں، اور علم و جہاد بلند کر رہے تھے تاکہ منہج اسلامی کو زیادہ محفوظ صورت میں نافذ کر سکیں، اس مٹھی بھر جماعت کو توقع بھی تھی کہ بنو امیہ کے گورنر سے ان کی مذہب و اور ٹکراؤ ہو سکتا ہے اور وہ ان کے انصار و شیعہ کے ساتھ سختی کا معاملہ کر سکتا ہے کیوں کہ وہ زیادہ قوت و شوکت کے ساتھ وہاں کے معاملات پر قابو رکھتا تھا۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس حادثے میں بنو امیہ کے لشکر بلکہ ان کے گورنر کی کارستانی کیا تھی اور اس نے کتنی گھناؤنی حرکت کی تو ہم کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ان لوگوں کا کارنامہ کیا ہے جنہوں نے انہیں مدعو کیا تھا اور پریشانی و شدت کے وقت میں ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، حسین رضی اللہ عنہ کے قاصد اور ان کے چچا زاد مسلم بن عقیل کو مشکل کے وقت میں دشمن کے حوالہ کر دیا بلکہ ان میں سے اکثر لوگ اس لشکر کا حصہ بن گئے جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی، انہوں نے ان کی شکست و موت دیکھی مگر پھر بھی ان کی مدد نہ کی، کیا یہی لوگ حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی قاتل قرار نہ پائیں گے؟

یہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس حادثے فاجعہ کے جو سب سے بڑے ذمہ دار ہیں انہوں نے ہی اس کو اس شکل میں مدون کیا ہے، دشمنوں نے جو کیا اس کو بیان کیا اور جو خود انہوں نے کیا اسے بھلا دیا، حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی خیانت اور ان کے بعد ان کے اہل و عیال اور اعمال و انصار کے قتل میں اپنی شرکت کو ریکارڈ نہیں کیا اور اسے تاریخ سے غائب کرنے کی پوری کوشش کی۔

اس المناک حادثہ کے ساتھ وہ بغاوت بھی جوڑ دی جائے جو ۱۲۲ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد میں زید بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے انقلابی اقدام کی صورت میں کوفہ میں پیش آئی تھی۔

جس طرح انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دشمن کے حوالہ

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کسی والی اور گورنر کو خلیفہ کا محارضہ کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی اسے یہ حق ہے کہ کسی ایسے معاملے کی دعوت دے جو کہ صرف خلیفہ کا حق ہے، لیکن اس وقت فتنہ اور لاقانونیت، اور مدینہ منورہ پر سازشیوں اور ہنگامہ کرنے والوں کے تسلط کے سبب معاویہ رضی اللہ عنہ پر معاملہ گڈمڈ ہو گیا اور حقیقت کی تہ تک رسائی حاصل نہ کر سکے کیوں کہ صورت حال اس وقت اتنی واضح نہ تھی۔

مگر دوسری طرف اعمال و انصار علی رضی اللہ عنہ یا جن کو شیعہ ان علی ہونے کا دعویٰ تھا ان سب نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر خوبی اور عمدہ خصلت کی نفی کر دی اور بھول گئے کہ وہ صحابی رسول اور کاتب وحی ہیں، اور ان کے ہاتھوں پر اسلامی فتوحات کا ایک بڑا حصہ انجام پایا ہے، وہ علی رضی اللہ عنہ کا احترام اور ان کی تعظیم ان کی زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں کرتے تھے۔ اس کو ہم آئندہ ذکر کریں گے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن اور ان کی تحقیر و توہین کرتے تھے حالانکہ یہ بات ایسی ہے جس کو کوئی مومن قبول نہیں کر سکتا اور کوئی مسلمان اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔

(۷) آل بیت کو لاحق ہونے والی مصیبتیں اور تکالیف جو مسلسل ان کے ساتھ لگی رہیں، اس نے بھی ان افواہوں کی قبولیت میں معاونت کی، حادثہ کر بلا جو آل بیت کو لاحق ہونے والی مصیبتوں میں ایک عظیم مصیبت ہے، اسی میں خاندان نبوت کے عظیم فرد حسین رضی اللہ عنہ کے اکثر ابناء و انخوان موت کے غار میں داخل ہو گئے، اس وقت روئے زمین پر موجود لوگوں میں سب سے افضل حسین رضی اللہ عنہ ہی تھے، وہ مکہ سے کوفہ کے لئے نکلتے میں مجتہد تھے حالانکہ شرعی ناہی سے اس کو درست قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اپنے اس اقدام میں حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا ورنہ ان کا کوفہ کے لئے خروج کرنا شرعی اعتبار سے صحیح نہ تھا، اور اسی طرح سیاسی عسکری اور اجتماعی اعتبار سے بھی وہ اقدام جہی برداشت نہ تھا، ان کی جماعت میں سو سے بہت

حدیث خلافت تیس (۳۰) سال، تحقیقی جائزہ

دوسری قسط

کچھ کفایت اللہ سنبلی (سربلاییت) میں

ننا سخت، حتیٰ یكون آخر عاقبتها ملکا، فستخرون
ونجربون الأمور بعدنا۔

سیدنا خالد بن عمیر عدوی کہتے ہیں کہ (امیر بصرہ) عقبہ بن
غزو ان رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے
بعد کہا کہ بعد حمد و صلوات کے معلوم ہو کہ دنیا نے ختم ہونے کی خبر
دی؟ اور دنیا میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر جیسے برتن میں کچھ بچا ہوا
پانی رہ جاتا ہے جس کو اس کا صاحب پیتا ہے۔ اور تم دنیا سے
ایسے گھر کو جانے والے ہو جس کو زوال نہیں، پس اپنی زندگی میں
نیک عمل کر کے جاؤ، اس لئے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ پتھر جہنم
کے اوپر کے کنارے سے ڈالا جائے گا اور ستر برس تک اس میں
اترتا جائے گا اور اس کی تہہ کو نہ پہنچے گا۔ اللہ کی قسم! جہنم بھری
جائے گی۔ کیا تم تعجب کرتے ہو؟ اور ہم سے بیان کیا گیا کہ جنت
کے دروازے کی ایک طرف سے لے کر دوسری طرف کنارے
تک چالیس برس کی راہ ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ دروازہ
لوگوں کے ہجوم سے بھرا ہوا ہوگا اور میں اپنے آپ کو دیکھ رہا
ہوں کہ میں سات شخصوں میں سے ساتواں شخص تھا جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارا کھانا درخت کے پتوں
کے سوا کچھ نہ تھا یہاں تک کہ ہماری باتیں زخمی ہو گئیں (بوجہ
پتوں کی حرارت اور سختی کے)۔ میں نے ایک چادر پائی اور اس کو
پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑے کا میں نے تہبند بنایا اور
دوسرے ٹکڑے کا سعد بن مالک نے۔ اب آج کے روز کوئی ہم
میں سے ایسا نہیں ہے کہ کسی شہر کا حاکم نہ ہو اور میں اس بات سے
اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں، لیکن اللہ
کے نزدیک چھوٹا ہوں اور بیشک کسی پیغمبر کی نبوت (دنیا میں)

پہلا قرینہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اور پھر اس کے بعد
ملوکیت سے متعلق کئی صحیح روایات وارد ہوئی ہیں لیکن زیر بحث
روایت کے علاوہ کسی بھی صحیح روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد مرحلہ خلافت کی تحدید وارد نہیں ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

حدیث عقبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱ھ) نے کہا:

حدثنا شيبان بن فروخ، حدثنا سليمان بن المغيرة،
حدثنا حميد بن هلال، عن خالد بن عمير العدوي، قال:
خطبنا عقبه بن غزو ان، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما
بعد، فإن الدنيا قد أذنت بصرم وولت حذاء، ولم يبق
منها إلا عصابة كصباية الإناء، ينصايها أصحابها، وإنكم
منقلون منها إلى دار لا زوال لها، فانقلوا بخير ما
بحضرتكم، فإنه قد ذكر لنا أن الحجر يلقي من شفة
جہنم، فيهوى فيها سبعين عاما، لا يدرك لها قعرا،
ووالله لئلا ن، أفعجبتم؟ ولقد ذكر لنا أن ما بين
مصرعين من مصارع الجنة مسيرة أربعين سنة،
وليأتين عليها يوم وهو كظيظ من الزحام، ولقد رأيتني
سابع سبعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، ما لنا طعام
إلا ورق الشجر، حتى فرحت أشدا قبا، فالتقطت بردة
فشقققتها بيني وبين سعد بن مالك، فاتزرت بنصفها
واتزر سعد بن نصفها، فما أصبح اليوم منا أحد إلا أصبح
أمير أعلى مصر من الأمصار، وإنني أعوذ بالله أن أكون في
نفسى عظيما، وعند الله صغيرا، وإنها لم تكن نبوة قط إلا

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ (التوفی: ۲۴۵) نے کہا:

حدثنا زید بن الحباب، حدثنا العلاء بن المنہال الغنوی، حدثنا مہند القیس، وکان ثقہ، حدثنی قیس بن مسلم، عن طارق بن شہاب، عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنکم فی نبوة ورحمة، وستکون خلافة ورحمة، ویكون کذا وکذا، ویكون ملکاً عضواً، یشربون الخمر، ویلبسون الحریر، ومع ذلک ینصرون إلی قیام الساعة.

حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نبوت اور رحمت کے دور میں ہو، اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور ہوگا، اس کے بعد ایسا دور اور ایسا دور ہوگا۔ اس کے بعد کائنات والی ملکیت کا دور ہوگا، اس وقت لوگ شراب پیئیں گے، ریشم پہنیں گے، اس کے باوجود بھی قیامت تک بدو کئے جاتے رہیں گے۔ (مسند ابن ابی شیبہ بحوالہ المطالب العالیہ یزوائد انما لید انشمالیہ: ۳۷۲/۳، و اسنادہ صحیح وصحیحہ ابو صیری فی تحائف الخیرۃ المہرۃ: ۹۳/۸، و اخرجه من طریق ابن ابی شیبہ القطرانی فی المعجم الأوسط: ۳۲۵/۶، و اخرجه ابن الأعرابی فی المعجم: ۸۰۳/۲، والمستفرد فی ذلک النبوة: ۳۷۲، من طریق زید بن)۔

حدیث عبد الرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ:

أبو سعید إبراہیم بن طہمان البرقی (التوفی: ۱۶۸) نے کہا: عن عباد بن إسحاق، عن عبد الملك بن عبد الله بن أسيد، عن أبي ليلى الحارثي، عن سهل بن أبي حنيفة، عن عبد الرحمن بن سهل، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما كانت نبوة قط إلا تبعها خلافة، ولا كانت خلافة قط إلا تبعها ملك، ولا كانت صدقة إلا صارت ملكاً.

عبد الرحمن بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی نبوت آئی، اس کے

ہمیشہ نہیں رہی بلکہ نبوت کا اثر (تھوڑی مدت میں) جاتا رہا؟ یہاں تک کہ اس کا آخری انجام یہ ہوا کہ وہ ملکیت ہو گئی۔ پس عنقریب تم ہمارے بعد آنے والے امراء کو دیکھو گے اور تجربہ کرو گے ان امیروں کا جو ہمارے بعد آئیں گے (کہ ان میں دین کی باتیں جو نبوت کا اثر ہے، نہ رہیں گی اور وہ بالکل دنیا دار ہو جائیں گے)۔ (صحیح مسلم: ۲۷۸۶/۶)

اس حدیث میں بھی نبوت کے بعد خلافت کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد ملکیت کی پیشین گوئی ہے۔ لیکن صحیح مسلم کی اس حدیث میں دو نبوت کے بعد دو خلافت کی مدت نہیں بتلائی گئی ہے۔

حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

امام طہرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۰) نے کہا:

حدثنا أحمد بن النضر العسكري، ثنا سعيد بن حفص الثفيلي، ثنا موسى بن أعين، عن ابن شهاب (والصواب أبي شهاب)، عن فطر بن خليفة، عن مجاهد، عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أول هذا الأمر نبوة ورحمة، ثم يكون خلافة ورحمة، ثم يكون ملكاً ورحمة، ثم يكون إماراً ورحمة، ثم يتكادمون عليه تكادهم الحمر فعليكم بالجهاد، وإن أفضل جهادكم الرباط، وإن أفضل رباطكم عقلان.

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس معاملہ کا پہلا دور نبوت اور رحمت کا ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر ملکیت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر امارت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر لوگ اس معاملہ میں ایک دوسرے پر گدہوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ اور تمہارا بہترین جہاد دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار رہنا ہے اور ایسی بہترین تیاری کی جگہ عقلا ان ہے۔ (المعجم الكبير للقطراني: ۸۸۶/۱، و اسنادہ صحیح وانظر:

النصيحة: برقم: ۳۷۰)

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ:

ورحمۃ ثم یكون ملکاً ورحمۃ۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر کہتے ہوئے سنا: یہ معاملہ نبوت اور رحمت سے شروع ہوا ہے اس کے بعد سلطنت (خلافت) اور رحمت کا دور ہوگا پھر اس کے بعد ملکیت اور رحمت کا دور ہوگا۔ (تاریخ أصیہات = اخبار أصیہات: ۲۵۱/۱)

اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس کے بھی صحیح شواہد موجود ہیں کما مضی۔

حدیث ماجہ الصدوقی رضی اللہ عنہ:

امام طبرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۲۰) نے کہا:

حدثنا أبو عامر النحوی، ثنا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقی، ثنا حسين بن علي الكندي، مولى جریر، عن الأوزاعي، عن قيس بن جابر الصدوقی، عن أبيه، عن جده: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: سيكون من بعدي خلفاء، ومن بعد الخلفاء أمراء، ومن بعد الأمراء ملوك، ومن بعد الملوك جبابرة، ثم يخرج رجل من أهل بيتي يملأ الأرض عدلاً كما ملئت جوراً، ثم يقرم القحطاني، فوالذي بعثني بالحق ما هو ذو نة۔

ماجد الصدوقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد خلفاء ہوں گے، اور خلفاء کے بعد امراء ہوں گے، اور امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے، اور بادشاہوں کے بعد جابر حکمران ہوں گے، پھر میرے اہل بیت سے ایک شخص نکلے گا جو زمین کو انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھر دی گئی تھی، پھر قحطانی کو حکم ہوگا وہ نکلے گا اور قسم اس ذات کی جس نے مجھے مبعوث کیا وہ پہلے سے کم تر نہ ہوگا۔ (المعجم الكبير لطبرانی: ۳۷۴/۲۳، واستادہ ضعیف)

یہ روایت بھی ضعیف ہے لیکن عہد نبوت کے بعد دور خلافت کے تذکرہ کے صحیح شواہد موجود ہیں کما مضی۔

بعد خلافت کا دور آیا، اور جب بھی خلافت آئی اس کے بعد ملکیت کا دور آیا اور جب بھی صدقہ آیا بعد میں وہ محصول بن گیا۔ (مشيخة ابن طهمان: ص: ۹۴۔ واستادہ ضعیف ومن طريق ابن طهمان أخرجه ابن قانع في معجم الصحابة: ۷۱/۲، وابن عساکر في تاريخ دمشق: ۳۶۱/۳۴)

یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن خلافت و ملکیت والے جملے کے صحیح شواہد موجود ہیں جو ماقبل میں گذر چکے ہیں۔

حدیث معاذ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما:

امام ابن ابی عاصم (التوفی: ۲۸۷) نے کہا:

ثنا الفضيل بن حسين ثنا عبد الواحد بن زياد ثنا لث بن أبي سليم عن عبد الرحمن بن سابط عن أبي ثعلبة عن معاذ بن جبل وأبي عبيدة قالوا: سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "إن هذا الأمر بدأ رحمة ونبوة ثم خلافة ورحمۃ"۔

معاذ بن جبل اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ معاملہ نبوت اور رحمت سے شروع ہوا ہے پھر اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ (السنۃ لابن عاصم: ۵۳۴/۲، واستادہ ضعیف)

اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ لیکن اس کے صحیح شواہد ہیں کما مضی علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ (نداء النجۃ لذی البانی: رقم: ۱۰۳۰)

حدیث عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ:

امام ابونعیم رحمہ اللہ (التوفی: ۴۳۰) نے کہا:

حدثنا محمد بن علي بن حبيش، ثنا أبو بكر بن أبي داود المستجسائي، ثنا أسيد بن عاصم، ثنا إسماعيل بن عمرو، ثنا سفيان الثوري، عن عمرو بن عبد الله، عن سعيد بن المسيب، قال: خطب عمرو الناس فقال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في مثل مقامي هذا: هذا الأمر بدأ نبوة ورحمۃ، وسعود سلطاناً

مسمرۃ، يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يزال الإسلام عزيزاً إلى اثني عشر خليفة، ثم قال كلمة لم أفهمها، فقلت لأبي: ما قال؟ فقال: كلهم من قريش۔

جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام بارہ خلفاء تک غالب و بلند رہے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بات کہی جو میں سمجھ نہیں سکا، میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا: تو انہوں نے کہا: سب کے سب (بارہ خلفاء) قریش سے ہوں گے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۵۲/۳، رقم: ۱۸۲۱، واللفظ: صحیح البخاری: ۸۱۶۹، رقم: ۴۲۲۲)

جو اہل علم تیس سال خلافت والی حدیث سفینہ کو صحیح مانتے ہیں دو یوں تطبیق دیتے ہیں کہ تیس سال والی خلافت سے خلافت علی منہاج النبوة مراد ہے اور بارہ خلفاء والی حدیث میں مطلق خلافت کا ذکر ہے۔ لیکن چونکہ تیس سال خلافت والی حدیث کئی بنا پر ضعیف ہے اس لئے یہاں تطبیق دینا درست نہیں۔

تیسرا قرینہ:

زیر بحث حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صرف چار یا پانچ خلیفہ بتلایا ہے۔ جبکہ صحیح بخاری کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کثیر تعداد میں خلفاء کا تذکرہ کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (الموتی: ۲۵۶) نے کہا:

حدثني محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبه، عن فترات التراز، قال: سمعت أبا حازم، قال: فاعدت أبا هريرة خمس سنين، فسمعت يحدت عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لا نبي بعدى، وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فإيا بيعة الأول فالأول، أعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم۔

ابن ماجہ حدیث کعب الاحبار رحمہ اللہ مرسل:

امام نعیم بن حماد المروزی (الموتی: ۲۲۸) نے کہا:

حدثنا ضمره، عن ابن شاذب، عن يحيى بن أبي عمرو السيباني، قال: سمعت كعباً يقول: أول هذه الأمة نبوة ورحمة، ثم خلافة ورحمة، ثم سلطان ورحمة، ثم ملك جبرية، فإذا كان ذلك فبطن الأرض يؤمئذ خير من ظهرها۔

کعب الاحبار رحمہ اللہ مرسل روایت کرتے ہیں کہ اس امت میں نبوت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر خلافت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر بادشاہت اور رحمت کا دور ہوگا۔ پھر بادشاہت اور رحمت کا دور ہوگا۔ اور جب یہ دور آجائے تو اس وقت زمین کے اندر کی جگہ اس کے باہر کی جگہ سے بہتر ہوگی۔ (الفتن لعنیم بن حماد: ۹۹/۱، وصح: طريقه اخبرجه ابو نعیم فی التحلیۃ: ۲۵/۶، رجالہ ثقات وهو مرسل لکنہ صحیح بالشواہد)

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر یہ مرسل ہے۔ لیکن شواہد کی روشنی میں یہ صحیح ہے۔

غور کریں اتنی ساری احادیث میں دور نبوت کے بعد دور خلافت کا تذکرہ ہے لیکن کسی میں بھی دور خلافت کی تحدید وارد نہیں ہے۔ یہ بات صرف سعید بن جحمان ہی نقل کرتا ہے اور وہ حکم فیہ ہے اس لئے اس کا بیان ناقابل اعتبار ہے۔

دوسرا قرینہ:

زیر بحث حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صرف چار یا پانچ خلیفہ بتلایا ہے۔ جبکہ صحیحین کی روایت کے مطابق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد صراحتاً بارہ خلفاء کا تذکرہ کیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (الموتی: ۲۶۱) نے کہا:

حدثنا هذاب بن خالد الأزدي، حدثنا حماد بن سلمة، عن سماك بن حرب، قال: سمعت جابر بن

خلافت کا دور ہے۔

علامہ ابن خلدون (رحمۃ اللہ علیہ)
(۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

وقد کان ينبغي أن تلحق دولة معاوية وأخباره بدول
الخلفاء وأخبارهم فهو تابعهم في الفصل والعدالة
والصحة، ولا ينظر في ذلك، إلى حديث الخلافة بعدى
ثلاثون سنة فإنه لم يصح، والحق أن معاوية في عداد
الخلفاء۔

مناسب بات یہ تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دور کو
سابقہ خلفاء اور ان کے دور کے ساتھ ملایا جائے کیونکہ فضل،
عدالت اور صحت میں یہ اپنے سابقہ خلفاء سے ملحق ہیں۔ اور اس
سلسلے میں وہ حدیث نہیں دیکھی جائے گی جس میں آیا ہے کہ
خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، کیونکہ یہ حدیث صحیح نہیں
ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار بھی خلفاء
میں سے ہوگا۔ (تاریخ ابن خلدون: ۲۰/۲)

متابعات و شواہد:

بعض روایات میں زیر بحث حدیث کے لئے متابعات
و شواہد بھی ملتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک روایت بھی معتبر
نہیں ہے۔ متابعات تو موضوع اور من گھڑت ہیں شاید اسی لئے
اس حدیث پر بحث کرنے والوں میں سے کسی نے اس حدیث
کے ساتھ ان متابعات کا تذکرہ تک نہیں کیا ہے۔

اور شواہد سخت ضعیف و مکرر مردود ہیں اس لئے وہ بھی ناقابل
اعتبار ہیں تفصیل ملاحظہ ہو:

متابعات کا جائزہ:

بعض روایات میں سعید بن جہان کی متابعت منقول ہے۔
لیکن یہ روایات حد درجہ ضعیف بلکہ بعض باطل و موضوع اور من
گھڑت ہیں۔ اور بہت ممکن ہے یہی باتیں حکوم پھر کر سعید بن
جہان تک پہنچی ہوں اور سعید بن جہان نے بعد میں حافظہ کی
کو تاہی سے اسے براہ راست سفینہ کے طریق سے بیان کر دیا
ہو۔

ابو حازم نے بیان کیا کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مجلس
میں پانچ سال تک بیٹھا ہوں۔ میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاسی رہنمائی بھی کیا
کرتے تھے، جب بھی ان کا کوئی نبی ہلاک ہو جاتا تو دوسرے
ان کی جگہ آ موجود ہوتے، لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں
آئے گا۔ ہاں میرے خلیفہ ہوں گے اور بکثرت خلیفہ ہوں گے۔
صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس سے
بیعت کر لو، پس اسی کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے
اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت
کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔ (صحیح
ابن حازم: ۱۶۹۲، رقم: ۳۳۵۵)

اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد
بہت سارے خلفاء کا تذکرہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف چار یا
پانچ خلفاء کی تعداد پر بکثرت کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

چوتھا قریبہ:

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کوئی ایک بات بھی ایسی
نوٹ نہیں کی گئی جس کی بنیاد پر یہ کہا جاسکے کہ ان کے دور میں
ملوکیت شروع ہو گئی ہے۔

بلکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد جو فتنہ شروع ہوا امیر
معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے تک اس فتنہ کی آگ نہ بجھی۔
لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد پوری امت
ان کی خلافت پر متفق ہو گئی اور اس کے بعد ان کی وفات تک
عالم اسلام میں کسی فتنہ نے سر نہیں اٹھایا۔

ایسے بابرکت دور کے خلاف صرف جہا سعید بن جہان متکلم
فیہ کی ایسی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی جس میں اس پورے
دور کو خلافت سے کاٹ کر ملوکیت سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔

اس لئے انصاف کی بات یہی ہے کہ سعید بن جہان متکلم فیہ
کی یہ منفرد روایت مردود ہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور بھی

سعید بن عمرو سے منقول متابعت:

حدثنا يحيى بن محمد بن يحيى بن أخى حرمله ، حدثنا عمى حرمله ، حدثنا ابن وهب أخبرنى بن لبيعة عن يزيد بن أبى حبيب عن سعيد بن عمرو عن سفينة قال بنى رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد ووضع حجرا ثم قال ليضع عمر حجرا إلى جنب حجورى ثم قال ليضع عثمان حجرا إلى جنب حجورى ثم قال ليضع عمر ثم قال هؤلاء الخلفاء بعدى وبأسنادهم قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول المخلافة ثلاثون عاما ثم يكون الملك۔

سعید بن عمرو سفینہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنائی اور ایک پتھر رکھا پتھر کہا: میرے پتھر کے پاس ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی پتھر رکھیں، پتھر کہا: عمر رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پاس پتھر رکھیں، عثمان رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے پاس پتھر رکھیں پتھر کہا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور اسی سند کے ساتھ مروی ہے کہ سفینہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خلافت تیس سال ہوگی، اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ (الکامل فی شفاء العرجان لابن عدی: ۱۲۵/۵)

ماخذ فرما گیں اس سند میں سعید بن عمرو کے واسطے سفینہ سے دو باتیں منقول ہے۔

ایک یہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا۔ یہ وہی بات ہے جسے سعید بن جحمان نے بھی سفینہ سے روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر نقد کیا ہے اور اس کے باطل و من گھڑت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس روایت میں دوسری بات تیس سال خلافت اور اس کے بعد ملوکیت کی پیشین گوئی ہے۔ اسی بات کو زیر بحث روایت میں سعید بن جحمان نے سفینہ سے روایت کیا ہے۔

یہ روایت اپنی دونوں باتوں کے ساتھ باطل و من گھڑت ہے کیونکہ اس کی سند میں (سنگی بن محمد التمیمی) کذاب اور وضاع موجود ہے۔ یہ شخص سندیں بنا بنا کر احادیث گھڑتا تھا چنانچہ: امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵) نے کہا:

کان يضع الحديث على حرمله۔

یہ حرملہ کے طریق سے احادیث گھڑتا تھا۔ (غرائب مالک للدارقطنی بحوالہ لسات المیزان لابن حجر، ت: ابی غدة: ۴۴/۸)

اور اوپر کی روایت حرملہ ہی کے طریق سے ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے مذکورہ سند کے ابتدائی طریق سے یہ حدیث گھڑی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے وقت کوفہ سے گزرے اور وہاں کی مسجد میں نماز ادا کی۔ (لسات المیزان لابن حجر، ت: ابی غدة: ۴۴/۸)

ابو یحسانہ سے منقول متابعت:

أخبرنا أبو غالب بن البناء أنا أبو الحسين بن الآب بنو سبي أنا عبيد الله بن عثمان الدقاق أنا إسماعيل بن علي الخططي نا عبد الله بن أحمد بن حنبل حدثني أبو علي سويد الطحان نا علي بن عاصم أنا أبو رباحة عن سفينة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال المخلافة من بعدى ثلاثون سنة قال رجل كان حاضرا في المجلس قد دخلت من هذه الثلاثين سنة شهور في خلافة معاوية فقال من هاهنا أتيت تلك الشهور كانت البيعة للحسن بن علي بايعه أربعون ألفا أو اثنان وأربعون ألفا۔

ابو یحسانہ سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت میرے بعد تیس سال رہے گی، مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا: ان تیس سال میں سے چھ ماہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں داخل ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا: ان چھ مہینوں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تھی، ان سے چالیس ہزار یا پانچالیس ہزار لوگوں نے بیعت کی

برصغیر کی جنگی سیاست میں محدث سید نذیر حسین دہلوی کی شرکت کا ایک مختلف تجزیہ

شعبان بیہ آر صفائی

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم عہد خلافت میں یہ پسند نہیں فرماتے کہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ سے جدا ہوں اور خود خلفاء راشدین اچالہ صحابہ کرام کو مدینہ میں اپنے قریب ہی رکھنا پسند فرماتے تھے۔ اسلامی فتوحات پر ایک سرسری نظر ڈالنے تو نظر آتا ہے کہ بہت سے مفصول صحابہ کرام اپنی صلاحیتوں کے سبب آگے آگے ہیں، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد میں عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر اصحاب کی جاں نثاریاں کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ حالانکہ ان حضرات کا شمار مفضولین میں ہوتا ہے بلکہ ان کی مفضولیت دشنام ورازیوں کے یہاں موجب رد و قدح بن گئی۔

مذکورہ شواہد کی طرف اشاروں کا مقصد یہ عرض کرنا ہے کہ میاں صاحب اگر مسلح جدوجہد کرتے نظر نہ آئیں یا کسی کو سرے سے جدوجہد ہی میں دکھائی نہ دیں تو یہ پشیمانی کی بات ہرگز نہیں ہے۔ میاں صاحب اہل حدیث کا سرمایہ تھے مذکورہ نویسوں کے مطابق آپ جیسا طباع، مؤرخین اور پارسا اُس زمانے میں ڈھونڈے نہیں ملتا۔ حدیث، منطق، ریاضی، فلسفہ، اصول، قواعد غرض مختلف فنون میں ان کی مہارت عجیب تھی خود فقہ حنفی کے وہ ایسے ماہر اور نکتہ شناس تھے کہ جو جو حوالے فی البدیہہ آپ بیان کر دیا کرتے تھے فقہ حنفی کے بڑے بڑے وکیلوں کے بھی اُس کی بات نہ تھی۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ”ہری سازشوں“ اور ”کلی دار عیار یوں“ کے طفیل میاں صاحب کو سفر قباذ میں کیا کچھ برداشت کرنا پڑا تھا۔ بہر حال پاشائے مکہ کے دربار میں آپ نے ”و جاد لہم بالنہی ہی احسن“ پر عمل کرتے ہوئے اس کے سوالوں کے بڑے عمدہ ایجابی جوابات دیئے اور جب مذہب حنفی کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے کہا

میاں سید نذیر حسین دہلوی سلسلہ ولی اللہی کے ایک عظیم پیوت تھے حضرت مولانا اسحاق کی جانشینی ملنے کے بعد آپ نے حدیث و سنت کے احیاء کا فریضہ انجام دیا اور پوری زندگی اسی غرض کے لئے وقف کر دی جس زمانے میں آپ یہ کام کر رہے تھے آزادی کی سیاست بھی عروج پر تھی چونکہ فی زمانہ یہ سیاست اضافی عظمت کی حامل ہو گئی ہے اس لئے آپ کے معاندین پوری قوت سے اس کی نفی کرتے ہیں اور معتقدین پوری قوت سے آپ کی شرکت کو ثابت کرتے ہیں۔ یہ مضمون معتقدین کے برعکس ایک مختلف طرح کے تجزیے پر مبنی ہے۔

بات یوں شروع ہوتی ہے کہ کیا ضروری ہے کہ ہر اہل حدیث عالم انگریزوں کے خلاف جہاد کرتا ہوا نظر آئے اور ہمارے لئے اس کی ضرورت طے کرنا آسان ہو۔ یہ تو تصور وجود یا گیا ہے اور موجودہ حالات کے تناظر میں اس کا جو تقدس اور جس قسم کی عظمت مزید بڑھ گئی اپنی اصل میں تو قطعی درست ہے لیکن اس جدوجہد کے لئے عبادات قسم کی جو فضا نظر آتی ہے وہ عقل و شرع دونوں کے خلاف ہے۔ اگر جہاد بالسیف کی ضرورت تھی تو اسی کے ساتھ بدعات و خرافات، جمود اور جہالت کے خلاف نظر یا تھی جنگ کی جتنی شدید ضرورت تھی اسے آخر ہم نظر انداز کیسے کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی سیرتیں ہمارے سامنے ہیں بطور مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سیرت پر نظر ڈالنے تو یہ بات شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ پیادے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابھرتی ہوئی جدید امت کے سرمایہ دار اور فائزائے سر کی حیثیت سے کسی خطرہ کا مہم پر نہیں بھیجا۔ البتہ بیعت رضوان کے موقع سے سفارت کا معاملہ اپنی نوعیت جدا گانہ رکھتا ہے۔

ایجابی ثبوت موجود نہیں ہے جبکہ ہماری تحریروں میں جو تاثر ابھرتا ہے وہ ایک بے مثال مجاہد و مقاتل کا ہے۔

کیا ہمیں یہ کہنے کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ میاں صاحب نے دیوالگی کے بجائے عقل و خرد کی راہ اپنائی اور اصولی طریق کار کو ترجیح دے دیا۔ جس طرح آپ نے جموں کے تاریک دور میں نئی روشنی کا سامان پیدا کیا لوگ مجبور ہوئے کہ کتب فقہ کی عبارتیں لکھنے کے بجائے بحیثیت دلیل کتاب و سنت اور آثار صحابہ کے نصوص رقم فرمائیں اسی طرح سیاست میں بھی آپ کا طریق اور زاویہ نگاہ جداگانہ رہا۔

آپ کے تذکروں کے مطالعے سے یہ کامل یقین حاصل ہوتا ہے کہ کارزار سیاست میں آپ کی حصہ داری انتہائی خفیہ اور راز دارانہ ہونے کے ساتھ حکیمانہ بھی تھی جس کی داد ملنی چاہئے اور سلفیان ہند کو سمجھنا چاہئے کہ یہ طرز جنوں بیرونی کے قائل ہے۔ انگریزوں سے نفرت ہماری طرح حضرت میاں صاحب نے بھی کی مگر آپ نے نفرت اور تعصب کے بیچ پائی جانے والی سایہ نما دیوار کو ہمیشہ نگاہ میں رکھا، شرعی اصولوں یا دینی ضابطوں کی کبھی خلاف ورزی نہ کی، اور ”ولا یجور منکم شتان قوم علی ان لا تعدلوا“ پر خوب خوب عمل کیا۔ آپ کے سلسلے میں یہ بات معروف ہے کہ آپ نے باغیوں کے زعمے میں گرفتار ہو چکی ایک میم کی جان بچائی تھی۔ البتہ معاندین نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق۔ اور سچ پوچھئے تو یہ تنکا بھی نہیں ہے۔ حضرت میاں صاحب اور اہل المدینہ کو اس واقعے کے سہارے انگریزوں کا وفادار متعارف کرانے کی ناکام کوشش کی۔

آپ کی ہوشمند اصولی سیاست ہی کا نتیجہ تھا کہ متعدد دفعہ دشمنان سنت کی چالیں ناکام ہو گئیں۔ موجودہ زمانے کی طرح اس دور میں بھی ”ہری سازشیں“ اور ”کلی دار عیاریاں“ عروج پر تھیں، اہل بدعت اہل سنت کی جان کے دشمن بنے ہوئے تھے حکومت وقت کے حضور یہ شکایت کرتے تھے کہ صاحب ہم آپ کے قدم بوس اور وفادار ہیں مگر یہ سرتاج و بابیہ بغاوت کا سرغنہ ہے اس کی تکیل کسی اذہد ضروری ہے۔

آپ کی وہ سیاست بھی بڑی ہوشمندانہ اور قابل داد تھی جب آپ نے بریلوی دیوبندی مؤامرت کو بھانپ لیا تھا۔ مؤامرت

تھا آپ دفنی مذہب کی مستند کتاب ”مکالمیں“ (بعض تذکرہ نویسوں کے بقول ”چراغ“) اور حرثین کے علماء و حنابلہ کو بلا لیں اس کے بعد اس کتاب کا کوئی مقام آپ تجویز کریں میں بھی اسے حل کروں گا پھر آپ اسی مقام کا جواب اپنے علماء سے بھی حل کروائیں تو اندازہ ہوگا کہ دفنی مذہب کو ہم کیا سمجھتے ہیں۔

فقارمین اب ہمارا مدعا آپ سمجھیں کہ اس پائے کے آدمی کو بھلا علی جہاد کی راہ ترک کر دینا یا کسی قدر نظر انداز کرنا کیونکر مناسب ہو سکتا تھا۔ تصور کیجئے کہ حضرت میاں صاحب تحریک جہاد سے آگے قتال میں مصروف ہو جاتے تو شاہ ولی اللہ کے زرخیز دماغ سے ہوتی ہوئی جمود و مخالف جو تحریک تدریجاً پھیلتی ہوئی شاد محمد اسحاق تک آئی تھی کیا حضرت میاں صاحب کے بغیر وہ برگ و بار لاسکتی تھی کہ پورا پچیس آسودہ دھیرا اب ہو جاتا۔

نور فرمائیے شاہ صاحب نے حضرت میاں صاحب جیسے نوجوان کو یہ مسند عطا کیوں کیا تھا جبکہ اس مسند کے بہت سارے امیدوار موجود تھے اور حامیان جمود کو ایسا قطعی پسند نہ تھا۔ آیا یہ عطا اس لئے تھا کہ آپ انگریزوں کے خلاف قتال کریں یا اس لئے کہ انگریزوں سے وفاداری کی، نفاق اور تعصب کی جو گندی اور غلیظ فضا تھی اسے ختم کرنے کی محنت کریں؟ اور ظاہر ہے کہ نفاق و تعصب، جمود اور غیروں کی سجدہ ریزی کی فضا محض اس لئے غالب تھی کہ کتاب و سنت کی بالادستی قائم نہ تھی۔

حضرت میاں صاحب کی سیرت و سوانح کے ایک دور یعنی ۱۲۳۸ھ تا ۱۳۰۳ھ جب ۱۲۳۸ھ کے زمانے میں پانچ سال کا خلا پایا جاتا ہے۔ اس زمانے میں میاں صاحب کہاں تھے کیا کر رہے تھے اس کا پتہ نہیں چل پاتا جماعت کے نامور عالم محترم ذاکٹر بہاء الدین نے اس خلا کو ”بعید از قیاس نہیں“ ”ہو سکتا ہے“ ”گلتا ہے“ سے پر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ حضرت میاں صاحب اس عرصے میں مصروف جہاد رہے ہوں گے اس امر کو انہوں نے آپ کے بعد کے زمانے سے تقویت پہنچائی ہے جس میں آپ پر پولس کی نگرانی رہا کرتی تھی اور آپ بلا ثبوت گرفتار بھی ہوئے۔ ذاکٹر صاحب کے اس تجربے کا انکار تو دور اس سے مؤدبانہ اختلاف بھی دشوار ترین ہے اس کے باوجود یہ کہنا بے جا ہے نہ وجہ پیشانی کہ اس خلا میں میاں صاحب کی مسلح شرکت پر کوئی

یہ تھی کہ ان حضرات نے پاشائے مکہ کے یہاں "گلابی چورقہ" والی گندہ قلمی کا مظاہرہ کیا اور جس دوام یا قتل کا منصوبہ تیار کر لیا تھا حتیٰ کہ دوران سفر، اثناء قیام مکہ اور آپ کی واپسی تک انہوں نے کرائے کے قاتل پیچھے لگا رکھے تھے۔ سیاست آپ نے یہ کی تھی کہ اپنی حفاظت کا سرکاری انتظام کر لیا تھا۔ معاملہ اصل میں یہ تھا کہ قبر پرستوں کی شکایت پر انہیں آدمی گرفتار کر لئے گئے ان گرفتارانِ بلا میں جن لوگوں نے اپنے عقائد کا اعتراف کر لیا انہیں ۳۷، ۳۷ کوڑے لگوائے گئے اور خارج البلد کر دیا گیا پھر تعزیر کی یہ کارروائی چندہ میں واقع پرلش قافلہ کی مداخلت سے ہوئی ورنہ تو ان کا قتل کر دیا جاتا جیسی تھا۔ حضرت میاں صاحب نے اس واقعے کو بطور خاص نگاہ میں رکھا چنانچہ جب سفر تھاجز کی سعادت کا وقت قریب ہوا تو آپ کو ایک میم کی مدد کے طفیل وحید حاصل ہو گیا، غرض اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور اسباب دنیا کی حیثیت سے آپ کی ذہانت، جواب دہی کی سلیف مندی، علمی برتری اور سفارت خانے کا تعاون بہت کام آیا، سفارت خانے کا تعاون آپ کا واجب حق تھا آپ ایک ملک سے دوسرے ملک گئے تھے۔ آج کون یہ بات کہہ سکتا ہے کہ کسی دوسرے ملک کا سفر آدمی اپنے ملک کی اجازت اور مدد کے بغیر کر سکتا ہے سو حسب ضرورت آپ نے اپنے ملک میں مسلط حکومت کا وحید حاصل کر لیا تو اس میں مداخلت نہ رخ کیوں اختیار کیا جائے اور بلا ضرورت کی معذرت خواہی کی فضا کیوں بنائی جائے۔

جی تو چاہتا تھا کہ یہ عرض کر دینے کی جسارت کی جائے کہ سلفیان ہند کو زندگی کے تمام شعبوں میں غمناک شہریت رکھنی چاہئے کیونکہ بعض کو بعض سے قوت ملتی ہے۔ آج ہماری تمام تر قوتیں چند رسائل چند مدارس اور اس سے زیادہ جلسوں اور سیمیناروں کی گرفتار نظر آتی ہیں۔ ہماری منصوبہ بندی میں سرے سے یہ بات ہی داخل نہیں ہے کہ ہر ضروری اسٹیج پر اپنی ثقافت کا سودا کئے بغیر بحال کار موجود رہنے چاہئیں تاکہ انہوں اور غیروں کی سازشوں سے بے خبری ہرگز نہ رہے نری دیوانگی میرے ناقص خیال میں حدودِ چغتایان دو ہے میاں صاحب کی مذکورہ سیاست سے ہمیں یہی عبرت ملتی ہے۔

بالغرض حضرت میاں صاحب انگریزوں سے جہاد و قتال کے

خلاف اور سخت خلاف بھی رہتے تو بھی اس میں عیب کی بات بھلا کیا تھی؟ عیب کی بات اگر کچھ ہو سکتی ہے تو وہ اپنے قوم کی جاوے جا بخیری اور شکایت ہے۔ انگریزوں سے جہاد نہ کرنا اور انگریزوں کا وفادار رہنا قوم کے ساتھ غداری کرنا سب مختلف اور الگ الگ باتیں ہیں۔ کوئی کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو انصاف کی بات یہ ہے کہ انگریزوں کے خلاف جہاد نہ کرنے کو وفاداری سے تعبیر کرنا صحیح نہیں ہے۔ بشرطیکہ ترک جہاد دلائل کی روشنی میں مخلصانہ طریقے سے ہو۔ قلم کار عموماً اس پہلو پر دھیان نہیں دیتے اور مخالفین کا تعاقب کرتے وقت مطلق جہاد کا فتویٰ نہ دینے، بالکل شریک نہ ہونے کو وفاداری کے سیاق میں ذکر کر جاتے ہیں اور برطانوی عہد میں سرکاری ملازمت کو تو قوم سے غداری کی صاف دلیل قرار دیتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ تعاقب کا یہ طریقہ پورے طور سے درست نہیں ہے اس لئے یہ ضروری قرار پاتا ہے کہ برطانوی حکومت کے مخالف یا موافق علماء اور دانشوروں کی درجہ بندی کی جائے اور جب تک ممبرانِ دلائل سے قطعی طور پر کوئی بات ثابت نہ ہو جائے کسی کو متم نہ کیا جائے۔

ہوتا یہ ہے کہ جب آدمی لکھنے بیٹھتا ہے تو اس کی نعل کو شش یہ رہتی ہے کہ انگریزوں سے ہر چھوٹے بڑے تعلق کی کسی نہ کسی طرح نفی کر لے جائے اور جب تک شدید نفرت، شدید معرکہ آرائی، پرزور عملی جہاد کی کوئی نوعیت ثابت نہ ہو جائے قلم روکنا گناہ سے کم نہیں سمجھتا۔ جبکہ صورت واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی موجودہ مستحکم حکومت سے خواہ وہ کبھی ہی جابر و ظالم ہو انسان کا قطعی لا تعلق رہنا دشوار ترین بات ہے۔ آج کی فرقہ پرست حکومت ہمارے بھائیوں کی جد و ریز سازشوں کی طفیل سلفیان ہند پر جو کچھ عنایتیں کر رہی ہے وہ بہت ظاہر ہے اس کے باوجود ہم حکومت سے لا تعلق نہیں رہ سکتے بالواسطہ اس کے طے کر وہ امور سے مستفید ہوتے ہیں اور ہوں بھی کیوں نہ کہ یہ استفادہ ہمارا حق ہے۔ پس جان لیوے کی بات یہ ہے کہ انگریزی حکومت سے محض تعلق رکھنا یا مخالفت میں کسی دلیل کی بنا پر فتویٰ نہ دینا انگریز سے وفاداری کی دلیل نہیں ہے۔

یہ المیہ ہے کہ وفاداری اور غداری کے معانی تقدس مآبی کو بڑھائے اور مقابل کا درجہ کم سے کم کرنے کے جس تصور است

وسیع قطعہ اراضی دارالعلوم کے لئے ملا، معقول گرانٹ حاصل ہوئی، عظیم الشان کتب خانہ جمع ہوا اور ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء کو سر جان ہوسٹ لیفٹیننٹ گورنر ملک متحدہ نے دارالعلوم کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ (ہوج سکور: ۱۸۸، ۱۸۹)

ایک حقیقت مندی نہیں مخالف کو بھی یہ حق ہے کہ یہاں رائج مصلحت کا نقطہ نظر پیش کرے تو پھر حضرت میاں صاحب جیسے نابند کے لئے یہی رائے کیوں نہیں قائم کی جاسکتی بطور خاص جب یہ معلوم ہے کہ میاں صاحب تحریک میں شامل رہے اور وفاداری جتنی کوئی بات آپ کے یہاں نہیں تھی۔ لیکن راقم یکسر ایسی بحث کا ہی مخالف ہے اور اہل ندوہ کے اس عمل کو اور کسی کے بھی عمل کو انگریز وفاداری کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا۔

مولانا مودودی جو بیسویں صدی کے بلند پایہ مفکر تھے دینی اور مذہبی حیثیت سے جو ٹھوکریں انہوں نے کھائی ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ ان کے بہت سارے معتقدات، نظریات اور تجزیات سے ہمیں شدید اختلاف ہے ایسا اختلاف کہ ان کی کچھ غلطیوں بلکہ گمراہیوں کو ہم فتنوں کا دروازہ سمجھتے ہیں تاہم مولانا کے جو افکار و نظریات ہیں بطور خاص قومی اور ملی مسائل میں ان کے جو تجزیات ہیں ان سے اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر انہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مولانا نے "تحریک آزادی ہند اور مسلمان" کے اندر برادران وطن کے ساتھ جنگ آزادی کے اشتراک کی بابت جو سوالات اٹھائے ہیں وہ ایک مبصر کے یہاں مردود دیکھنے والوں مذہب و بہر حال نہیں ہو سکتے۔ انہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آزادی کی جنگ میں دلائل کی بنیاد پر محض کسی کا شرکت نہ کرنا ظلم از کم انگریز سے وفاداری کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔ (تحریک آزادی ہند اور مسلمان: حصہ اول: ج: ۳۸۰-۳۸۱)

جب بات چھتری گئی ہے تو یہ بات بھی پیش نظر رکھ لی جائے کہ انگریزی حکومت اگر برادران وطن اور ان سے زیادہ مسلمانوں بالخصوص سلفیان ہند کے حق میں بری اور مظالم تھی تو اس برائی اور ظلم کی صورت کیا تھی اور کیوں تھی؟ یہ ایک الم ناک سوال ہے۔ انکار اس بات کا بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ملک کی موجودہ ترقی انگریزوں سے ملی تحریک کی مرہون منت ہے ورنہ ہمارے مسلم سلاطین جس عیش کوشی میں مبتلا تھے اس کے سبب ملک کی صورت

میں قید ہو چکے ہیں مسلکی عناد میں انسان جو بھی چیز پاتا ہے تحریر کا حصہ بنا ڈالتا ہے۔ ورنہ انسان واقعات کی تہ میں اترے تو خالص قومی غداری کے واقعات میں بھی قومی ہمدردی نظر آئے گی۔ مولانا مسعود عالم ندوی کچھ شخص واپائی کارکنوں کی بابت لکھتے ہیں: "۔۔۔ ان جیسے بیبیوں دوسرے آزمودہ کارکنوں کی "گواہیاں" پڑھ کر عبرت ہوتی ہے اور ان بے چاروں پر ترس آتا ہے اللہ جانے کن کن دھمکیوں اور سختیوں کے بعد یہ غریب اس "گناہ" پر تیار ہوئے ہوں گے۔۔۔ جانے ان حالات میں ہم ہوتے تو کیا کرتے"۔ (ہندوستان سچی بیلگی اسلامی: تحریک: ج: ۱۳۶-۱۳۷)

تواریخ عجیب کے مصنف کا یہ در انگیز بیان نقل کرتے ہیں: "لیکن اکثر گواہ گواہی دیتے وقت بھی ہمارے منہ کو کچھ گزرا زار روئے بھی جاتے تھے مگر بے بس۔ اگر گواہی نہ دیں تو قطع نظر مار پیٹ کے پھانسی کا سامنا تھا۔۔۔ اور مار پیٹ کی تو یہ حالت تھی کہ عیاس نام کا ایک لڑکا۔۔۔ جب بمسٹر ٹی میں گواہی دیتے وقت مجھ کو دیکھ کے مارے محبت کے جھونا اور آموختہ بیان میرے اوپر کرنے سے چنگلیا تو اسی روز رات کو اس کو ایسی سخت سزا کی گئی کہ وہ بچہ اسی صدمے سے قبل از درجی مقدمہ سیشن کے مرگیا"۔ (ہندوستان سچی بیلگی اسلامی: تحریک: ج: ۱۳۳-۱۳۴)

قارئین اب اندازہ لگائیے کہ غداری اور وفاداری کی سند بانٹنا کس قدر مذہب داری کا معاملہ ہے۔

شیخ محمد اکرام نے مولوی چراغ علی دست راست سرسید کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے وقت کی نزاکت کا بیان کیا ہے مثلاً یہ کہ صادق پور، پٹنہ کا وہ محلہ جو رد بدعت کا ایک بڑا مرکز تھا کھدو اڈا لایا گیا پھر اکرام صاحب نے کتاب لکھنے کے جواز پر اپنی رائے یہ دی ہے کہ بہت سے علماء اخلاص کے باوجود ہلاکت کا راستہ چن رہے تھے۔ (ہوج سکور: ۱۶۷)

گویا بذات خود تحریک آزادی میں علماء کرام کی دیوانہ وار سر فریبیوں کا بھی کڑوا تجربہ کیا جاسکتا ہے۔

شیخ اکرام صاحب ہی کے مطابق جب دشمن اردو میکڈ اہل ندوہ کا سخت مخالف ہو گیا اور اسے سیاسی سازشوں کا آلہ کار سمجھنے لگا تو باقاعدہ اس کی غلط فہمیاں دور کی گئیں حتیٰ کہ گورنمنٹ سے ایک

اور دین کے بجائے مسلک کو ترجیح دیتے تھے جیسا کہ آج بھی یہ حضرات اپنی قدیم جاہلیت پر قائم ہیں۔ ہمیشہ سے مادی فوائد کی لالچ اور مسلک دشمنی میں منافقت کے اسیر رہے اس طبقے میں قبوری اور روافض سر فہرست ہیں۔ اسی طبقے میں ”مکھی دار خاٹا مکی نولہ“ بھی ایک حد تک شامل رہا ہے۔ تیسرے درجے میں اور دوسرے لوگ بھی آسکتے ہیں۔ مجھے تو یہ بھی ٹھوس ہوتا ہے کہ ان بد نصیبوں نے جہاں دنیا داری اور انگریزوں کی وفاداری کے پیش نظر شرکت نہ کی وہیں اس لئے بھی یہ لوگ تحریک میں شریک نہ رہے کہ تحریک کی قیادت وہابیوں کے ہاتھ میں تھی ہمارے قاضی برادران کی شرکت جو بعد میں ڈھیلی پڑ گئی اس میں داروغہ گیر کے خوف جیسے دیگر بنیادی عوامل کے ساتھ ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہابی قیادت اور تحریک میں بکثرت وہابی شرکت نے انہیں متاثر کر دیا ہوگا جیسا کہ ان کی موجودہ روش سے انداز ہوتا ہے۔ رافضیوں نے صرف دو کام کیا ہے یا تو غداری کی ہے یا ملک کی تقسیم میں حصہ لیا ہے غداری کے لئے میر جعفر اور میر صادق معروف ہیں اور تقسیم کا سب سے بڑا نام محمد علی جناح ہے۔ البتہ انفرادی حیثیت سے ہر قسم کے لوگ اس طبقے میں نظر آسکتے ہیں۔

۲۔ کچھ لوگ مجتہدانہ طور پر انگریزوں سے قتال کو جہاد کا حصہ مانتے ہی نہیں تھے بطور خاص ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو، کیونکہ جہاد کی شرطیں انہیں منقوہ نظر آتی تھیں بعض اہل حدیث علماء اسی قسم کی رائے رکھتے تھے۔ اسی صف میں وہ لوگ بھی شمار کئے جاسکتے ہیں جو مصلحت کے سبب جنگ کے مخالف تھے یا جنگ میں شریک نہیں تھے، علماء دیوبند کی ایک بڑی تعداد کا نقطہ نظر کچھ ایسا ہی تھا۔ مثال کے طور پر مولانا محبوب علی جو سید احمد بریلوی کے لشکر سے نکل گئے تھے وہ جہاد مخالف نظریات میں اس قدر پختہ ہو گئے تھے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حوالے سے ارواحِ علانہ میں مولانا تھانوی رقمطراز ہیں: ”خان صاحب نے فرمایا: کہ غدر (۱۸۵۷ء) میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے یہ جنگ نہیں، انہیں میں میر محبوب علی صاحب بھی تھے اور آپ و غلط و صحیح کے ذریعہ لوگوں کو غدر سے روکتے تھے۔“ (ارواحِ علانہ، ص: ۳۹۱، مع اشرف التنبیہ و حاشیہ از حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی دہلوی) طبع از زکریا بک ڈپو دیوبند: ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء) سہارنپور۔

حال قبائلی نظام سے زیادہ کی نہیں تھی، آج وطن عزیز جو جدید نظام پر استوار ہے وہ یکا یک نہیں پیدا ہو گیا۔ قابل غور بات یہ بھی ہے کہ آج اسلامیان ہند پر جو مظالم ہو رہے ہیں، حقوق کی جیسی کچھ پامالی ہو رہی ہے انگریزی عہد سے اگر اس کا موازنہ کیا جائے تو نتیجہ کیا لگھے گا؟ بطور خاص جب یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف وطن کی خاطر مسلح بغاوت بھی کر رہے تھے۔ انگریزوں نے چونکہ ملک مسلمانوں سے چھینا تھا اس لئے خود سلطانی فطری طور پر مسلمانوں کے یہاں، بہادر ہوئی بالخصوص وہابیوں نے شدید مخالفت کی تحریک چلائی، بغاوت کیا، جہاد کیا سب کچھ کیا محض اس لئے کہ یہ اپنی وطن دوستی اور قوم دوستی میں مختص تھے۔ ورنہ تو وطن عزیز کے جو حکمران ہوتے تھے بالعموم رافضی، قبر پرست، طہ، پست قسم کے سیکر، متعصب مقلد، سیکلر مقلد، مذہب کا استعمال و استعمال کرنے والے ریاکار اور غیر مسلم ہوا کرتے تھے کم از کم پختہ سنی تو بہر حال نہیں ہوتے تھے البتہ استثناء سے کوئی چیز مبرا نہیں ہے تھوڑا سا انداز دلگانے کے لئے ”سلاطینِ دہلی کے مذہبی ریختاات“ مصنف غلیظ احمد نظامی کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود وہابیوں نے مسلکی تفریق کو ہوا نہ دیا، کوئی خوشی نہیں منائی اس سے آگے بڑھ کر مسلح بغاوت کی اب ظاہر ہے داروغہ گیر بھی وہابیوں کی ہوئی تھی اور ہوئی لہذا یہ بات صاف ہوگئی کہ انگریزوں کی مزاحمت وہابی بغاوتوں کے سبب تھیں اگر یہ بغاوتیں نہ ہوتیں تو ایسا بالکل نہیں تھا کہ آج دین پر عمل کی جو آزادی ہمیں حاصل ہے اس وقت حاصل نہ ہوتی۔

اگر انگریزوں نے ملک میں اقتدار سنبھالنے کے بعد مسلمانوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا تو اس کا سبب بھی مسلمانوں کے غلبے کا خوف اور حکمرانی کی سیاست تھی۔

پچھلے ہم نے یہ بات عرض کی تھی کہ انگریزوں کی مدافعت اور مخالفت کے تناظر میں علماء اور دانشوروں کی درجہ بندی ہوئی چاہئے ورنہ تاریخی تقاضا یا میں دامنِ عدل چھوٹ جانے کا شدید خطرہ ہے یہ درجہ بندی دراصل چار قسموں میں منحصر نظر آتی ہے۔

۱۔ پہلی قسم میں وہ بہت سارے لوگ داخل ہوتے ہیں جو وطن، اہل وطن اور مسلمانوں کے مقابلہ میں غاصب کفر کے مددگار تھے

کہ حضرت مولانا نذیر کا تجزیہ راقم کے موافق تھا بالخصوص مولانا غلام رسول میر کے ایک اقتباس پر نظر جم گئی جو اس مسئلے میں حرف پہ حرف مزید نظر آیا کہ تحریک آزادی میں شمولیت سب کی رہی ہے اور اگر کچھ لوگوں نے مخالفت کی ہے تو اس کے صحیح اسباب ضرور دیکھنا چاہئے۔ اقتباس کی اہمیت کے پیش نظر ہم اسے قارئین کی نظر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ تجزیہ رقم کر دینے کے بعد یہ ذر جان کھائے جا رہا تھا کہ کہیں میرے خیالات تحریکی اعتبار یا نوجوانی کی ترنگ جیسے بزرگانہ خدشات سے نفی نہ کر دیے جائیں۔ اقتباس پیش خدمت ہے:

”۱۸۵۷ء میں ملک کے اندر جگہ جگہ آزادی کی جدوجہد کی گئی اگرچہ وہی یا دوسرے مقامات کے بعض بزرگوں نے ۱۸۵۷ء کی تحریک کو درست ماننے سے انکار کر دیا تھا تاہم ان میں سے بعض نہایت بلند پایہ افراد اس میں شریک رہے۔ مثلاً بزرگان دیوبند مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا سرفراز علی جوہری، مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔

----- بہر حال یہ اجتہادی مسئلہ تھا ایک گروہ نے اس پر ایک نقطہ نگاہ سے غور کیا دوسرے نے دوسرا نقطہ نگاہ پیش نظر رکھا ایک کی رائے یہ تھی کہ آزادی حاصل کرنے کے جو امکانات پیدا ہو گئے ہیں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور جس حد تک مسلکی قوتوں کو منظم کیا جاسکتا ہے کر دینا چاہئے دوسرے گروہ کی نظر اس پہلو پر کی گئی کہ ملکی قوتوں میں تنظیم نہیں ہے اور تحریک نے فی الواقع ہنگامہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے جسے عرفاً بلوی کہتے ہیں اور شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔۔۔۔۔ بے تنظیمی ہی کے باعث بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جن کے لئے اخلاقاً یا قانوناً یا شرعاً کوئی وجہ جواز پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔۔۔“ (۱۸۵۷ء، ص: ۳۵۵)

اب تک کے بیانات جو بڑی تفصیل سے رقم ہوئے ہیں اور مختلف طرح کی مناسبات اور محمی چیزوں سے اشتنا کیا گیا ہے اس کا سبب کیا ہے ہمارے قارئین نے بین السطور سے اندازہ کر لیا ہوگا۔ میاں صاحب تحریک آزادی میں ضرور شریک تھے مگر مسلح مشارکت آپ کی نظر نہیں آتی اور یہ غیب نہیں بلکہ آپ کے طریق عمل کا حسن تھا۔

مبین احمد مدنی وقت کے مشہور بزرگ فیض محمد تھانوی کے متعلق لکھتے ہیں ”بدقسمتی سے مولانا کی رائے ہی یہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد فرض تو درکنار موجودہ احوال (۱۸۵۷ء) میں جائز ہی نہیں۔ (نقد حیات محمد نجی: ج ۲، ص: ۳۵۱)

قاری محمد طیب صاحب ایک مجلس کی بابت لکھتے ہیں:۔۔۔۔۔ اس موقع پر جہاد کے سب خلاف تھے، صرف حضرت نانوتوی مدعیانہ طریق پر اس میں پیش پیش تھے۔ (سوانح قاسمی: ج ۲، ص: ۱۲۲، مؤلفہ مناظر احسن گیلانی، ادارہ العلوم دیوبند، یو پی) اگر قارئین ص: ۱۴۱ تا ۱۴۳ پڑھ جائیں تو زیر بحث قضیہ مزید مکمل جائے گا۔

یہ حوالے بالعموم ۱۸۵۷ء سے متعلق ہیں تاہم بعد کے عمومی قتال سے متعلق بھی اس قسم کی باتیں موجود ہیں۔

۳۔ بعض خاص مواقع بالخصوص ۱۸۵۷ء کے موقع سے دانشمندانہ اور ہمدردانہ مخالفت کرنے والے بہت سے لوگ تا آخر تحریک جہاد میں راز دارانہ طور پر شامل رہے اسی طبقے میں حضرت میاں صاحب کا شمار بھی کرنا چاہئے اور دیگر مکاتب فکر کے بعض علماء بھی اسی قطار میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔

۴۔ ایک طبقہ وہ تھا جس کی جدوجہد کا رخ ہی بیشتر یا مکمل جہاد کی طرف تھا یہ اکثر وہابی تھے ہمارے دیوبندی برادران کی شرکت بعد میں بھلے ہی کم تھی مگر ان کی شمولیت بھی قابل توجہ تھی افراد کی حیثیت سے دوسروں کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی انصاف پسند آزادی میں شریک ہونے والے ان لوگوں کی جدوجہد کا تجزیہ کرے جن کا تعلق ملت اسلامیہ سے ہے تو مذکورہ چار قسموں میں محیط پائے گا چھینے اڑانے کا شوق رکھنا، تاریخ سازی کرنا، مسلکی برتری قائم کرنے کے لئے چوری اور ہیرا پھیری کرنا وہ خطرناک باتیں ہیں جن سے سخت اجتناب ہونا چاہئے۔ حضرت میاں صاحب یا ان جیسا کسی بھی عالم دین کو شخص اس لئے متہم کرنا کہ وہ آپ کے مسلک کے لئے نقصان دہ رہا یا پھر اپنے مسلک کے احیاء کا بڑا سبب رہا انتہائی رذیل ہے۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ درج بالا بطور جب حوالہ قرطاس ہو گئے تو حضرت مولانا نذیر رحمانی کی تصنیف ”اہل حدیث اور سیاست“ مطالعے میں آئی پھر یہ دیکھ کر بڑی خوشگوار حیرت ہوئی

کیا نہار منہ پانی پینا نقصان دہ ہے؟

حافظ اکبر علی سلفی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ الْمَدَنِيِّ: بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ رَوَى عَنْهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ شَرِبَ الْمَاءَ عَلَى الزَّيْقِ، انْتَفَضَتْ قُوَّتُهُ".

ان سے تین سے زیادہ ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے لیکن ان کی بابت جرح و تعدیل کا کوئی بھی کلمہ مجھے نہیں مل سکا۔ ان کے ترجمہ کے لئے دیکھیں:

(۱) الإكمال في رفع الأقياب: ۳۲۱/۲، الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت - لبنان۔ (۲) تاريخ دمشق بتحقيق عمرو بن غرامة العمروي: ۱۰۰/۳۸، ۱۰۱/۳۸، ۱۰۲/۳۸، إرشاد القاصي والداعي: ۱۰۰/۳۸، ۱۰۱/۳۸، ۱۰۲/۳۸۔
ابو اسلم محمد بن مخلد الزعفراني: یہ منکر الحدیث اور باطل روایتیں بیان کرنے والا راوی ہے۔
احمد کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

(۱) امام ابو احمد بن عدي الجرجاني رحمه الله (المتوفى: ۳۶۵ھ):
"يحدث عن مالك وغيره بالبواطيل... وهو منكر الحديث عن كل من يروي عنه". (الإكمال في: طحقاء الرجال بتحقيق عادل وعلي: ۵۰۳/۴، ۵۰۴/۴، ۱۴۳۳)

(۲) امام ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسي، المعروف بابن التقي رحمه الله (المتوفى: ۵۰۷ھ): "يروي البواطيل عن المشاهير" (ذخيرة الحفاظ بتحقيق عبد الرحمن النجدي: ۴۷۱، ۴۷۲ تحت الحديث: ۶۸۳)

(۳) امام ابو الحسن نور الدين علي بن ابي بكر الشافعي رحمه الله (المتوفى: ۸۰۷ھ): "وهو ضعيف". (مجمع الزوائد وصنيع الفقهاء بتحقيق حسام الدين القدسي: ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱۸۸۳، ۱۸۸۴، ۱۸۸۵، ۱۸۸۶، ۱۸۸۷، ۱۸۸۸، ۱۸۸۹، ۱۸۹۰، ۱۸۹۱، ۱۸۹۲، ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹، ۱۹۰۰، ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ۱۹۰۶، ۱۹۰۷، ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰، ۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ۱۹۱۳، ۱۹۱۴، ۱۹۱۵، ۱۹۱۶، ۱۹۱۷، ۱۹۱۸، ۱۹۱۹، ۱۹۲۰، ۱۹۲۱، ۱۹۲۲، ۱۹۲۳، ۱۹۲۴، ۱۹۲۵، ۱۹۲۶، ۱۹۲۷، ۱۹۲۸، ۱۹۲۹، ۱۹۳۰، ۱۹۳۱، ۱۹۳۲، ۱۹۳۳، ۱۹۳۴، ۱۹۳۵، ۱۹۳۶، ۱۹۳۷، ۱۹۳۸، ۱۹۳۹، ۱۹۴۰، ۱۹۴۱، ۱۹۴۲، ۱۹۴۳، ۱۹۴۴، ۱۹۴۵، ۱۹۴۶، ۱۹۴۷، ۱۹۴۸، ۱۹۴۹، ۱۹۵۰، ۱۹۵۱، ۱۹۵۲، ۱۹۵۳، ۱۹۵۴، ۱۹۵۵، ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۰، ۱۹۶۱، ۱۹۶۲، ۱۹۶۳، ۱۹۶۴، ۱۹۶۵، ۱۹۶۶، ۱۹۶۷، ۱۹۶۸، ۱۹۶۹، ۱۹۷۰، ۱۹۷۱، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳، ۱۹۷۴، ۱۹۷۵، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲، ۱۹۸۳، ۱۹۸۴، ۱۹۸۵، ۱۹۸۶، ۱۹۸۷، ۱۹۸۸، ۱۹۸۹، ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، ۱۹۹۲، ۱۹۹۳، ۱۹۹۴، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، ۱۹۹۷، ۱۹۹۸، ۱۹۹۹، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۵، ۲۰۰۶، ۲۰۰۷، ۲۰۰۸، ۲۰۰۹، ۲۰۱۰، ۲۰۱۱، ۲۰۱۲، ۲۰۱۳، ۲۰۱۴، ۲۰۱۵، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷، ۲۰۱۸، ۲۰۱۹، ۲۰۲۰، ۲۰۲۱، ۲۰۲۲، ۲۰۲۳، ۲۰۲۴، ۲۰۲۵، ۲۰۲۶، ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، ۲۰۲۹، ۲۰۳۰،

وجہ ضعف: روایت بذریعہ تین عیالیں ہیں:

❁ **ابو نعیم عبد الأول بن اسماعیل المرادی الملعون:**
اس کا ترجمہ مجھے نہیں مل سکا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ولم أعرفه، ويحتمل أنه الذي في 'نقات ابن حبان' (۳۴۵/۸): 'عبد الأول بن حكيم الحلبي، يروي عن مسرة بن معبد اللخمي... روى عنه سعيد بن واقد الحميراني'. ذكره فيمن روى عن أبيه التابعين. وهذا من هذه الطائفة. والله تعالى أعلم"۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۴۰/۱۳، ج: ۱، ص: ۲۰۲) "میں اس کو نہیں جانتا ہوں اور احتمال ہے کہ یہ عبد الاول بن حکیم الحلبي ہو جس کو امام ابن حبان نے کتاب النقات میں نقل کیا ہے، جو میسرہ سے روایت کرتا ہے اور سعید الحمیرانی اس سے روایت کرتے ہیں۔ اس کو انہوں نے ان لوگوں میں ذکر کیا ہے جو قبیح تابعین سے روایت کرنے والے ہیں اور یہ اسی طبقہ میں سے ہے، واللہ اعلم"۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ (الضعفاء الكبير: بتحقيق عبد المعطي: ۳۱۶/۳، ت: ۱۳۳۲) میں یہ صراحت ہے کہ عبد الاول یہ "عبد الأول بن اسماعيل المرادي" ہے۔ والحمد لله على ذلك.

شیخ عبد القدوس حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "لم أجده"۔ (فی تحقیق مجمع البحریں فی زوائد المعجمین: ۱۱۶/۷، ج: ۲، ص: ۲۱۳۸)

❁ **ابو أحنيف عثمان بن عمار الأثلي:** یہ غیر معروف راوی ہے۔

(۱) امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "لا يعرف"۔ (میزان الاعتدال فی نقد الرجال بتحقیق البجاوی: ۴۴/۳، ت: ۱۰۳۴)

❁ **ذہب بن واصل:** یہ مجہول راوی ہے۔

(۱) امام ابو نعیم محمد بن عمر العیسیٰ رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۴ھ): "مجهول"۔ (کتاب الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطي: ۳۱۶/۳، ت: ۱۳۳۲)

(۲) امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ): "لا يعرف"۔ (میزان الاعتدال فی نقد الرجال بتحقیق البجاوی: ۴۴/۳، ت: ۱۰۳۴)

❁ **اب چند با تمل بطور فائدہ پیش خدمت ہیں:**

(**فائدہ ضعیف:** ۱) مذکورہ روایت تاریخی و مشن لابن عساکر میں

(۱) امام ابن عیمن رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): "ليس حديثه بشئ، ضعيف"۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعظمی: ۲۳۳/۵، ت: ۱۱۰۷، واستاذ: صحيح)

(۲) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۷ھ): "ليس بقوي الحديث، كان في نفسه صالحا، وفي الحديث واحيا، ضعفه علي (يعني) ابن المديني جدا"۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعظمی: ۲۳۳/۵، ت: ۱۱۰۷)

(۳) امام ابو زرہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۳ھ): "ضعيف الحديث"۔ (الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعظمی: ۲۳۳/۵، ت: ۱۱۰۷) تفصیل کے لئے دیکھیں: (تهذيب الكمال بتحقیق الذککوری و بشار عواد: ۱۱۲/۱، ت: ۳۸۴۰)

(۲) **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت:**

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: "حدثنا محمد بن أبي عيسى، ثنا أبو نعیم عبد الأول الملعون، ثنا أبو أحنيف الأثلي، عن ذہب بن واصل، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ... ومن شرب الماء على الزبي، انتقضت فرائده... "۔ (قال الطبراني: "لا يروى هذا الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا بهذا الإسناد، تفرد به عبد الأول الملعون")

تخریج: (المعجم الأوسط بتحقیق طارق و عبد الحميد: ۳۲۲/۶، ج: ۱، ص: ۱۵۵۷) وفيه خطأ ومجمع الزوائد ومنع التوائد بتحقیق حاتم الدين القدسي: ۹۱/۵، ج: ۱، ص: ۹۲۹۲، ومجمع البحریں فی زوائد المعجمین بتحقیق عبد القدوس: ۱۱۶/۷، ج: ۲، ص: ۲۱۳۸، وغيرهم)

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نہار منہ پانی پیئے گا، اس کی قوت گھٹ جائے گی۔

حکم حدیث: هذا حديث منكر كما قال العیسیٰ (فی کتاب الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطي: ۳۱۶/۳، ت: ۱۳۳۲) واستاذہ مظلوم۔

وقال ابن عساکر: غريب الإسناد والمثنى۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر بتحقیق عمرو بن قنومة العمري: ۳۵۶/۲، ت: ۲۹۵۷)

پکھا لیا جائے، پھر اس کے تین حصے کر لئے جائیں، پھر روزانہ ایک حصہ نہار منہ پانی لیا جائے۔“ نیز دیکھیں: (ازالہ المعاند فی ہدیٰ خیر العباد: ۵۵۴، الناشر: مؤسسة الرسالة بیروت)

نہار منہ تجوہ کھجور کھانے کا فائدہ بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْمَغَالِيَةِ شِفَاءً - أَوْ أَنْهَا تَبْرِئَانِي، أَوَّلُ الْبَكْرَةِ (علی الزبیری)“ (صحیح مسلم: ۲۰۳۸، و مستند احمد بتحقیق الارلویوط ورفقاہ: ۳۴۶/۲، ج: ۳۴۸۳، و الزہادۃ لہ وقال المحقق: إسناده صحيح علی شربة الشيخين) (مدینہ کے) بالائی حصہ کی تجوہ کھجوروں میں شفاء ہے یا نہار منہ صبح کے اول وقت میں (ان کا استعمال) تریاق ہے۔“

نیز ایک دوسرا فائدہ بھی ہے، دیکھیں: (مسند احمد بتحقیق الارلویوط ورفقاہ: ۵۲۲/۳، ج: ۲۳۲۱، و صحیح البخاری: ۵۳۳۵، و صحیح مسلم: ۲۰۳۷)

نیز دیکھیں: کتاب الدعاء للطبرانی بتحقیق محمد سعید البخاری، ص: ۱۳۲۲، ج: ۱۳۳۳ (وفیہ قال النبی ﷺ: من شرب آباً یوحیہ اللہ عز وجل حفظ القرآن وحفظاً أصناف العلم فلیکف هذا الدعاء فی الماء تطییب أو طیء صحیفہ قورایہ بعسل وزعفران و ماء منہر ویشربہ علی الزبیری... وقال المحقق: إسناده ضعيف جدا وفيه عوْنی بنت عبد الرحمن الضعالی: وهو منكر الحديث وروایاہ باطلہ)۔

محترم قارئین! مجھے کوئی ایسی صحیح یا حسن روایت نہیں مل سکی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ نہار منہ پانی پینے سے فلاں نقصان ہوتا ہے لیکن مذکورہ (اول الذکر) تینوں روایتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نہار منہ فلاں چیز کھانے یا پینے سے فلاں فلاں فائدہ ہوتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک۔

بہا اوقات ڈاکٹروں اور بزرگوں کی زبان سے یہ بات سننے میں آئی ہے کہ نہار منہ پانی پینے یا فلاں چیز کھانے سے فلاں فلاں فائدہ ہوتا ہے لیکن نقصانات کے بارے میں کبھی کوئی بات سننے میں نہیں آئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

❁ اب چند باتیں بطور تحیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) تاریخ دمشق لابن عساکر میں: ”وصم بن واصل، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة“۔ ہے جبکہ ”زافر بن واصل، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة“ ہے۔

(تنبیہ نمبر: ۲) التجم الاوسط للطبرانی میں: ”انقطط فتوتہ“ ہے جبکہ ”انقطط فتوتہ“ ہے۔

یوں ہے: ”ومن شرب الماء علی الزبیری، ذهب بنصف قوته“۔ ”جو شخص نہار منہ پانی پیئے گا، اس کی آگهی قوت ختم ہو جائے گی۔“

(فائدہ نمبر: ۲) مذکورہ روایت الضعیفہ الکبیر میں بھی ہے لیکن اس میں صرف حدیث کے شروع کے تین جملے ہیں اور بقیہ حدیث: ”من شرب الماء علی الزبیری، انقطط فتوته ومن کثر کلامه کثر سقطه، ومن کثر سقطه کثر خطایاه، ومن کثر خطایاه کانت النار أولی به“ نہیں ہے۔

(فائدہ نمبر: ۳) نہار منہ پانی پینے کے نقصانات سے متعلق ایک روایت اور مروی ہے، وہ اس طرح ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شرب الماء علی الزبیری، یفقد الشخص“۔ (الفتاویٰ المجموعۃ فی الأحادیث الموضوعۃ للشوکانی بتحقیق المعلمی: ۳۸۲/۱، ج: ۳، و میزان الاعتدال فی نقد الرجال بتحقیق الجاوی: ۳۵۱/۲، ج: ۳۵۱، ص: ۳۰۳۷)

”نہار منہ پانی پینا، چربی کو سخت کر دیتا ہے۔“ لیکن یہ روایت موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں ”عاصم بن سلیمان، أبو شعيب التميمي“ ہے جو کہ کذاب ووضاع راوی ہے، دیکھیں: بحوالہ مذکور۔

(فائدہ نمبر: ۴) نہار منہ شہد پینے سے متعلق ایک روایت مروی ہے، وہ اس طرح ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من شرب العسل ثلاثة أيام في كل شهر علی الزبیری، عوفي من الداء الاکبر، الفالج والجذام والبصر“ (سلسلة الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ: ۱۸۲/۲، ج: ۶۱۳) جس نے ہر ماہ تین دن نہار منہ شہد پیا تو وہ بڑی بیماری، فالج، کوڑھ پن اور بصر سے نجات پا گیا۔

لیکن یہ روایت بھی موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں ”علی بن عروہ“ ہے جو کہ کذاب ووضاع راوی ہے، دیکھیں: بحوالہ مذکور۔

(فائدہ نمبر: ۵) عرق النساء کا علاج بتاتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”شفاء عرق النساء، أن يشرب أعرجاً یبیه فذاب، ثم لیجراً ثلاثة أجزاء، ثم یطرب علی الزبیری، فی کمال یوم جزءاً“۔ (سنن ابن ماجہ بتحقیق الارلویوط ورفقاہ: ۵۱۴/۲، ج: ۳۲۱۳، و صحیحہ الابانی و الارلویوط) ”عرق النساء کا علاج یہ ہے کہ چنگی بھینز (یا چنگی دسے) کی چنگی کو لے کر

عباد بن کثیر الرملی الشامی جرح و تعدیل کے میزان پر

حافظ اکبر علی سلفی

نظر۔ (التاریخ الكبير بتحقيق هاشم الندوی و
آخرون: ۲۳/۶: ۱۹۴۱)

(۳) امام ابو حاتم رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): "غلطت
انہ احسن حالا من عباد بن کثیر البصري فاذا هو قريب
منه ضعيف الحديث"۔ (الجرح والتعديل لابن ابی
حاتم بتحقيق المعلمی: ۸۵/۶: ۲۳۳)

(۴) امام ابو زرہ الرازی رحمہ
اللہ (المتوفی: ۲۸۱ھ): "ضعيف الحديث" (الجرح
والتعديل لابن ابی حاتم بتحقيق
المعلمی: ۸۵/۶: ۲۳۳) "واهي الحديث" (ابو
زرہ الرازی وجہودہ فی السنۃ النبویہ: ۳۸۵/۲)
"لا يحتج بحديثه" (ابو زرہ الرازی وجہودہ فی
السنۃ النبویہ: ۲۸۶/۴ و ۴۴۷)

(۵) امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ): "ليس
بثقة" (الضعفاء والمتروكين بتحقيق محمود
ابراهيم زاید: ۴۳: ۲۰۷)

(۶) امام ذکریا بن یحیی الساجی رحمہ اللہ (المتوفی
: ۳۰۷ھ): "ضعيف يحدث بمناكير"۔ (اکمال
تہذیب الکمال فی أسماء الرجال بتحقيق عادل و
أسامة: ۱۸۱/۷: ۲۷۰) "و
التہذیب: ۱۰۲/۵: ۱۷۰، الناشر: مطبعة دار
المعارف النظامية، الهند)

(۷) امام ابو جعفر محمد بن عمرو النخعی رحمہ اللہ (المتوفی
: ۳۲۲ھ) نے موصوف کو اپنی کتاب: "الضعفاء الكبير"
(تحقيق عبد المعطي: ۱۱۳/۳: ۱۱۴۵) میں ذکر کیا
ہے۔

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا
نبی بعده، اما بعد:

✽ **نام و نسب:** عباد بن کثیر الرملی الشامی

✽ **اساتذہ:** آپ کے اساتذہ میں سے چند کے نام درج
ذیل ہیں:

(۱) سلیمان بن مہران الأعمش

(۲) عبد اللہ بن دینار

(۳) عبد اللہ بن طاہر

✽ **تلامذہ:** آپ کے تلامذہ میں سے چند کے نام درج
ذیل ہیں:

(۱) صمرقین ربیعہ

(۲) محمد بن یزید الحرانی

(۳) یحییٰ بن یحییٰ التیسابوری

✽ **وفات:** ۱۷۰ھ (تہذیب الکمال بتحقيق بشار

عوان معروف: ۱۵۰/۱۴: ۳۰۱۹، تاریخ الإسلام
بتحقيق بشار عواد: ۳۱۸/۳: ۱۹۰)

آپ سنی ائمہ ماجد و غیرہ کے راوی ہیں، آپ کی بابت
ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ **جرحین:**

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ
(المتوفی: ۲۴۱ھ): "زَعَمُوا أَنَّهُ ضَعِيفُ

الحديث"۔ (العلل ومعرفة الرجال بتحقيق وصی
اللہ بن محمد عباس: ۲۰۶/۲: ۲۰۲۹)

(۲) امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ): "فيه

(۱۳) امام علی بن محمد، المعروف بابن القطان رحمہ اللہ (التوفی: ۶۲۸ھ): "ضعیف"۔ (بیان الوهم والایہم فی کتاب الأحکام بتحقیق الحسین آیت: ۸۴/۵، تحت الحدیث: ۲۲۳۱)

(۱۴) امام ذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۴۸ھ): "مجمع علی ضعفه"۔ (دیوان الضعفاء والمتروکیں بتحقیق حماد بن محمد الأنصاری، ص: ۲۰۴، ت: ۲۰۸) "وهو متروك"۔ (تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والأعلام بتحقیق ہشام عوال: ۹۳/۳، ت: ۱۲۰)

(۱۵) امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الزرکشی رحمہ اللہ (التوفی: ۷۹۳ھ): "ضعیف"۔ (التذکرۃ فی الأحادیث المشہورۃ بتحقیق مصطفیٰ عبد القادر، ص: ۳۹، ج: ۳)

(۱۶) امام سراج الدین عمر بن علی، المعروف بابن الملقن رحمہ اللہ (التوفی: ۸۰۳ھ): "ضعیف"۔ (الہندو المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار الواقعة فی الشرح الکبیر بتحقیق مصطفیٰ عبد اللہ ویاسر: ۱۳۰/۶)

(۱۷) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التوفی: ۸۵۲ھ): "ضعیف"۔ (تقریب التہذیب بتحقیق محمد عوامۃ، ص: ۲۹۰، ت: ۳۱۳۰)

(۱۸) امام علی بن الحسین بن علی الرازی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۰۰ھ): "متروك"۔ (الضعفاء والمتروكون لابن الجوزی بتحقیق عبد اللہ القاضی: ۷۶/۲، ت: ۱۴۸۳)۔ اس قول کی بھی مجھے کوئی سند دستیاب نہیں ہو سکی۔ واللہ اعلم

❦ بعدین:

(۱) امام ابن عسکین رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۳ھ): "ثقة"۔ (تاریخ ابن معین (روایۃ عثمان الدارمی) بتحقیق أحمد محمد: ۱۳۵/۱، ت: ۴۹۲، و تاریخ ابن معین (روایۃ الذہری) بتحقیق أحمد محمد: ۲۶۱/۳، ت: ۵۹۶)

(۲) امام علی بن عبد اللہ المدینی رحمہ اللہ (التوفی: ۲۳۳ھ): "کان ثقة لا بأس به"۔ (سؤالات

(۸) امام ابن حبان رحمہ اللہ (التوفی: ۳۵۳ھ): "وهو عندي لا شيء في الحديث لا تدرؤى عن سلفين الثوري عن منصور عن إبراهيم عن غلقسة عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال طلب الخلال فريضة بغد القريضة ومن روى مثل هذا الحديث عن الثوري بهذا التمساه بطل الاحتجاج بخبره فيما يروى مالا يشبه حديث الأثبات"۔ (المجروحین ص: ۱۶۹/۲ و ۱۷۰، ت: ۷۹۲) "میرے نزدیک وہ حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اس نے سفیان الثوری سے یہ حدیث روایت کی ہے: "طلب الخلال فريضة بغد القريضة" اور جو ثوری سے اس سند کے ساتھ، اس طرح کی روایت بیان کرے تو اس کی ان حدیثوں سے احتجاج کرنا باطل ہو جاتا ہے جو ثقات کی حدیث کے مشابہ ہوں۔

(۹) امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۵ھ): "وهو خير من عباد البصري" (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل و علی: ۵۳۴/۵، ت: ۱۱۶۶) "عباد بن کثیر الرملی، عباد بن کثیر البصری سے بہتر ہے۔"

واضح رہے کہ یہ توثیق نہیں ہے کیونکہ عباد بن کثیر البصری متروک الحدیث راوی ہے۔ دیکھیں: (تہذیب الکمال بتحقیق ہشام عوال معروف: ۱۳۵/۱۳، ت: ۳۰۹۰)

(۱۰) امام ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۸۵ھ): "موصوف کو اپنی کتاب "الضعفاء والمتروكون" (تحقیق عبد الرحیم الشقری: ۱۵۲/۲، ت: ۲۸۲) میں ذکر کیا ہے۔

(۱۱) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الصمیمی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۳۰ھ): "لا شيء"۔ (الضعفاء بتحقیق فاروق حماد: ص: ۱۲۳، ت: ۱۷۷)

(۱۲) امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۵۸ھ): "ضعیف"۔ (السنن الکبریٰ بتحقیق محمد عبد القادر عطا: ۲۱۱/۶، ج: ۱۱۶۵)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ زیاد بن الریح، عباد بن کثیر الشامی کے شیخ نہیں ہیں بلکہ عباد بن کثیر الشامی، زیاد بن الریح کے شیخ ہیں جیسا کہ دیگر ائمہ کرام نے بیان کیا ہے، محقق سمی السامرائی حفظہ اللہ نے اس کی وضاحت نہیں کی ہے۔ موضع ہذا میں مجھے یہ بھی محسوس ہو رہا ہے کہ شاید یہ طباعت کی غلطی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) امام ابن شاپین رحمہ اللہ حوالہ مذکور میں رقمطراز ہیں: "۱۰۰۸ - عباد بن کثیر الشامی، رووی عن زیاد بن الزبیع، قال: وَكَانَ ثَقَّةً۔" ۱۰۰۹ - عباد بن کثیر الزمیلی خواص، ثَقَّةٌ، قاله يحيى۔"

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اگر امام ابن شاپین رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ "عباد بن کثیر الشامی" اور "عباد بن کثیر الزمیلی خواص" دونوں الگ الگ شخصیت ہیں جیسا کہ بظاہر کچھ میں آ رہا ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں جیسا کہ ائمہ کرام نے بیان کیا ہے۔ دیکھیں: (تہذیب الکمال بتحقیق یشار عواد معروف: ۱۵۰/۱، ص: ۳۰۱۹، الجرح والتعديل لابن أبي حاتم بتحقیق المعلمی: ۸۵/۶، ص: ۲۲۲) اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ دونوں ایک ہی شخصیت ہیں اور کسی عرض کی وجہ سے انہوں نے مذکورہ طریقہ سے ان کا ذکر کیا ہے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) امام ذہبی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۸۵ھ) تاریخ الاسلام میں رقمطراز ہیں: "وقال النسائي: متروك الحديث۔" (تاریخ الإسلام ووفیات المشاہیر والأعلام بتحقیق یشار عواد: ۹۳/۳، ص: ۱۲۰) "امام نسائی رحمہ اللہ نے عباد بن کثیر الرقی کو متروک الحدیث قرار دیا ہے۔" راقم باادب عرض کرتا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے الرقی کو متروک نہیں بلکہ "لیس بثقة" کہا ہے جیسا کہ ان کی کتاب "الضعفاء والمتروكين" میں ہے اور خود امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی "میزان الاعتدال" (بتحقیق ابجاوی: ۲۰۷/۲، ص: ۲۱۳۳) میں یہی بات نقل کی ہے۔

محمد بن عثمان بن أبي شيبة لعلى بن المديني بتحقيق موفق عبد الله، ص: ۱۲۶، ص: ۱۵۷) (۳) امام ابو حفص عمر بن احمد، المعروف بابن شاپين رحمه الله (التوفی: ۳۸۵ھ): "ثَقَّةٌ، قاله يحيى۔" (تاريخ أسماء الثقات بتحقيق صبحي السامرائي، ص: ۱۶۹، ص: ۱۰۰۹)

(۴) امام ابو خدائش زیاد بن الریح الحمدی رحمہ اللہ (التوفی: ۱۸۵ھ): "ثَقَّةٌ۔" (الکامل فی طعفاء الرجال بتحقیق عادل و علی: ۵۳۶/۵، ص: ۱۶۹، ص: ۱۱۶) وهذا اسناد فيه نظر لان الحسن بن عبد المجيد شيخ ابن عدي، لم اجله كلمة الجرح والتعديل، والله اعلم۔ (نتیجہ): عباد بن کثیر الرقی الشامی ضعیف راوی ہے۔ (فائدہ): امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاسلمی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"ثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَزِيدَ السَّجِسْتَانِيُّ، ثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ، ثَنَا عُبَادُ بْنُ كَثِيرٍ الزَّمَلِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ غُلَقْمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَسِبَ الْخَلَالُ فَرِيضَةً بَعْدَ فَرِيضَةٍ۔"

(حلیۃ الأولیاء وحقائق الأسفیاء: ۱۲۶/۴، ص: ۱۲۶) السعادة - بجوار صحافة مصر، ۱۳۹۲ھ - ۱۹۷۲م وغیرہ)

مذکورہ سند سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے حدیث ہذا: "كَسِبَ الْخَلَالُ فَرِيضَةً بَعْدَ فَرِيضَةٍ" کو بیان کرنے والا راوی "عباد بن کثیر الزمیلی" ہے نہ کہ "عباد بن کثیر البصری" جیسا کہ امام ابن حبان، امام تہیقی اور امام ابو نعیم الاسلمی وغیرہم نے بیان کیا ہے۔

✽ اب چند باتیں بطور تحیہ پیش خدمت ہیں:

(۱) امام ابو حفص عمر بن احمد، المعروف بابن شاپين رحمه الله (التوفی: ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں: "عباد بن کثیر الشامی رووی عن زیاد بن الزبیع، قال: وَكَانَ ثَقَّةً۔" (تاریخ أسماء الثقات بتحقیق صبحي السامرائي، ص: ۱۶۹، ص: ۱۰۰۹)

نبی ﷺ سے دشمنی

کی بعض شکلیں اور نصرت الہی

رضوان اللہ علیہ والہٴ تعالیٰ

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی کی جاتی تھی“ یہاں تک کہ جب آیت ﴿وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچائے گا۔ (المائدہ: ۶۷) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر خیمہ سے باہر نکالا اور پہرہ داروں سے کہا: اے لوگو! تم (اپنے گھروں کو) لوٹ جاؤ کیونکہ میری حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے لی ہے۔ (سنن الترمذی: ۳۰۳۶: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ دیکھئے: (الصحیحة: حدیث نمبر: ۲۳۸۹)

اس بات کی تائید جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ ”اِنَّهُ عَزَّ وَ اَزَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَبْلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَفَلَ فَعَدَّ فَأَذَرَتْهُمْ الْقَائِلَةُ فِیْ وَادٍ مُّجَبَّرِ الْعُضَاةِ فَتَزَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فَنَسَیْطَلُوْنَ بِالشَّجَرِ فَتَزَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَخَبَّ سَمْرَةٌ وَعَلَّقَ بِهَا سَیْفَهُ وَبِمَا ثَمَرَةٌ فَأَذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم يَدْعُوْنَہُمْ وَإِذَا عَجْدَةٌ أَغْرَابِیْ، فَقَالَ: إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ عَلَیَّ سَیْفِیْ وَأَنَا نَابِیْ فَاَسْتَبْقِیْطُ وَهُوَ فِیْ یَدِیْ صَلَفَا فَقَالَ: مَنْ یَمْنَعُکَ مِنْیْ، فَقُلْتُ: اللّٰهُ فَهَآؤَ ذَا جَالِسٌ لَّہُمْ لِمَ یَعَاذُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم“۔ ”وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبد کے اطراف میں ایک غزوہ میں شریک تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس ہوئے تو آپ کے ساتھ یہ بھی واپس ہوئے راستے میں قیلول کا وقت ایک ایسی وادی میں ہوا

محترم قارئین! نبی ﷺ نے جب دعوت تو حید کو عام کرنا چاہا لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہا لوگوں کو پیغام الہی سے روشناس کرایا چاہا تو لوگ آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کو دعوت تو حید سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی آپ کو جسمانی 'ذہنی اور دینی تکالیف سے دو چار کیا آپ کو ستایا آپ پر ظلم ساری تدبیروں کے پیچھے کفار و مشرکین کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس دعوت کو روکا جائے اسے پھلنے پھولنے کا موقع نہ دیا جائے چونکہ ایک انسان ہونے کے ناطے نبی ﷺ ان کفار کی طرف سے دی گئی ناقابل برداشت تکلیفوں سے دل برداشت ہو سکتے تھے بنا بریں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بطور تسلی کہہ دیا کہ ﴿فَاَصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ، اِنَّا كَفَّیْنَاكَ الْمُسْتَهْزِیْنَ﴾ ”آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کیجئے اور مشرکوں سے اعراض کیجئے ہم آپ کی طرف سے ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔“ (الحج: ۹۳-۹۵)

نبی ﷺ کا حال یہ تھا کہ آپ چھپ چھپ کر رہتے آپ کی حفاظت کی جاتی تھی لیکن ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو من جانب اللہ حفاظت کا کھلا پروانہ مل گیا اور آپ نے اپنے پہرہ داروں کو ہٹا دیا جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ”كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَخْرُجُ حَتّٰی تَرٰ لَتْ هَذِهِ الْاٰیَةُ (وَاللّٰهُ یَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ) فَآخُزَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زَأْسَهُ مِنَ الْقَبِیْہِ فَقَالَ لَہُمْ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ، اَنْصِرُوْا فَقَدْ عَصَمَنِی اللّٰهُ

جس میں بکثرت کانٹے دار درخت تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں پڑاؤ ڈالا اور صحابہ پوری وادی میں (درخت کے سائے کے لیے) پھیل گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ببول کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی کموار درخت پر لٹکادی ہم سب سو گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کی آواز سنائی دی دیکھا گیا تو ایک ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے غفلت میں میری ہی کموار مجھ پر کھینچ لی تھی اور میں سویا ہوا تھا، جب بیدار ہوا تو تنگی کموار اس کے ہاتھ میں تھی اس نے کہا مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے کہا کہ اللہ! دیکھو یہ تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو کوئی سزا نہیں دی۔ (صحیح بخاری: ۳۱۳۵)

گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کہہ کر سلی دی کہ یہ قوم جو آپ کو ستانے کے ورچے ہے اسے اپنا کام کرنے دیجئے آپ کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بس جو حکم آپ کو ملا ہے وہ کرتے رہیں رہی بات ان کفار کی تو ہم ان سے شمشیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پروانہ یا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کام جاری رکھا اور ان ظالموں کے ذریعہ دی گئی تکالیف کی پروا نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے مدد کی تا آنکہ دعوتِ توحید اپنے اختتام کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر باخبر کیا کہ ﴿النَّوْمُ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لئے بحیثیت دین اسلام کو پسند کیا ہے۔“ (الصافات: ۳)

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی دعوت کو عام کرنے میں بے شمار پریشانیوں کا سامنا کیا دعوتِ توحید کی راہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و مشرکین نے اپنی دشمنی کی بھر اس کئی طرح سے نکالی اور آپ کو کئی طرح سے ستایا ہے مندرجہ ذیل سطور میں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم ملا کہ اپنے قرابت داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب

روایت صفائی پھاڑ پر چڑھ کر لوگوں کو توحید کی دعوت دی جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید میں سورۃ المسد نازل کی جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ”ضَعَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْبَطْنِ فَأَنَادَى: يَا صَبَاخَا، فَأَجْتَمَعَتِ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ، فَقَالَ: إِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ، أُرَايْتُمْ لَوْ أَنِّي أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْغُلُوزَ مُنْصِبِيكُمْ، أَوْ مُنْصِبِيكُمْ، أَكُنْتُمْ تَضِلُّونِي؟ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: أَلَيْهَذَا جَمَعْتُنَا تَبَا لَكَ فَأَنزَلَ اللَّهُ: قَتَبْتُ أَبَا لَهَبٍ وَتَبًا“ ”ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پھاڑ پر چڑھ گئے، وہاں سے ”یا صباخا“ آواز لگائی تو قریش آپ کے پاس اکٹھا ہو گئے آپ نے فرمایا: میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں، بھلا بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پھاڑ کے پیچھے سے دشمن شام یا صبح تک تم پر چڑھائی کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ مجھے سچا مانو گے؟ ابولہب نے کہا: کیا تم نے ہمیں اسی لیے اکٹھا کیا تھا؟ تمہارا ستیا ناس ہوا اس پر اللہ تعالیٰ نے ”تَبْتُ أَبَا لَهَبٍ وَتَبًا“ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ (تبت: ۱) نازل فرمائی۔“ (مسند الترمذی: ۳۶۶۳، التبیان: ۱۰۱) - رحمہ اللہ - فق اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

یہاں یہ بتانا مقصد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی دشمنی شخصِ اسی دعوت کا نتیجہ تھی اور اسی لئے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ”أَلَيْهَذَا جَمَعْتُنَا تَبَا لَكَ“ کہہ کر کوسا تھا۔

(۲) دعوتِ توحید ہی کی وجہ سے ابولہب اور اس کی بیوی نے اپنے دونوں بیٹوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے بیٹوں کی نکاح میں تھیں) کو طلاق دینے پر مجبور کیا تھا۔ (الاستیعاب فی معرفة الأصحاب لابن عبد البر: ۵۹۳)

اتنا ہی نہیں بلکہ ابولہب کی بیوی ام جمیل کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر جلن تھی کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں لا کر کائے بچھا دیا کرتی تھی جس سے آپ اور آپ کے صحابہ دشمن ہو جایا کرتے تھے۔ (تفسیر الضحی: ۲۳/۱۹، ۲۴/۲۰)

نے دیکھا کہ میرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے اور خوف ناک چیزیں ہیں اور پر ہیں (۱۰) فرشتوں کے پر تھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ میرے نزدیک آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی، عضو عضو اچک لیتے۔۔۔ (صحیح مسلم: ۲۷۹۷)

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و مشرکین کی دشمنی کی ایک صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے دوران نماز جب سجدے میں گئے تو آپ کے گردون مہارک پر لا کر کسی نے اونچھڑی رکھ دی جیسا کہ عمرو بن مسمون کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں بیان کیا کہ ”تَحَاتُّ زُنُوفُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْلِي عِنْدَ الْبَيْتِ وَمَلَأَ مِنْ فَرْشِهِ جَلُوسٌ وَقَدْ لَحِزُوا وَاجْزَوْا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَلَيْكُمُ يَأْخُذُ هَذَا الْفَرْشُ بِدَمِهِ، ثُمَّ يَمْهَلُهُ حَتَّى يَضَعُ وَجْهَهُ سَاجِدًا فَيَضَعُهُ يَغْنِي ظَهْرُهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَاتَّبَعْتُ أَشْفَاهَا، فَأَخَذَ الْفَرْشَ فَذَهَبَ بِهِ ثُمَّ أَمْهَلَهُ فَلَمَّا خَرَّ سَاجِدًا وَضَعَهُ عَلَى ظَهْرِهِ، فَأَلْحِزَتْ فَاطِمَةُ بَنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ جَارِيَةٌ، فَجَعَلَتْ تَسْعَى فَأَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهِ، فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: ”اللَّهُمَّ عَلَيْنِكَ بَغْزٌ بِيْسٍ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، اللَّهُمَّ عَلَيْنِكَ يَا بِي جَهْلٍ بِنِ هِشَامٍ، وَخَيْبَةَ بِنِ زَيْبَةَ، وَغُلْبَةَ بِنِ زَيْبَةَ، وَغُلْبَةَ بِنِ أَبِي مُعَيْطٍ حَتَّى عَدَّ سَبْعَةَ مِنْ فَرْشِ بِيْسٍ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ، لَقَدْ زَانَيْتُهُمْ طَرَعِي يَوْمَ بَدْرٍ هِيَ قَلْبٌ وَاحِدٌ“۔ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خان کعب کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اور قریش کے کچھ سربراہ اور وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اور انہوں نے ایک اونٹ ذبح کر رکھا تھا، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: تم میں سے کون ہے جو یہ خون آلود لید لے کر جائے، پھر کچھ صبر کرے حتیٰ کہ جب آپ اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیں، تو وہ اسے ان کی پشت پر رکھ دے، تو ان میں کا سب سے بد بخت (انسان) کھڑا ہوا اور اس نے لید لی، اور آپ کے پاس لے جا کر اٹھا کر تارباہ، جب آپ سجدہ میں چلے گئے تو اس نے اسے آپ کی پشت پر ڈال دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خیر ملی، تو وہ

اور جب اللہ تعالیٰ نے ابولہب کی مذمت میں سورۃ المسد کا نزول کیا تو یہی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنے کے لئے نکل کھڑی ہوئی اور وہاں پہنچ گئی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے لیکن اللہ کی مدد آئی اور اس عورت کے آنکھوں پر پردہ پڑ گیا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ (آخر جلد الحاکم: ۳۶۱۶۲ وقال: (صحیح الإسناد) ووافقه الذهبي وصححه ابن أبي حاتم أيضا كما هي (الدر المنثور) (۱۸۶۳) كما هي صحیح السیرۃ النبویۃ ثلاثا (ص: ۱۳۸) اور یہیں یہ بات ثابت ہو گئی کہ جب بھی کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا، اسکی توحید کی طرف لوگوں کو بلائے گا تو اللہ اس کی مدد کرے گا۔

(۳) اسی دعوت توحید ہی کی وجہ سے ابوجہل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جلتا تھا اور انہیں مارنے کی دھمکیاں دیتا تھا ایک مرتبہ دوران نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی غرض سے آگے بڑھا لیکن نصرت الہی نے اسے ناکام بنا دیا جیسا کہ سیدنا ابوبریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ”قَالَ أَبُو جَهْلٍ: هَلْ يَغْفِرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَةَ بَيْنِ أَظْهَرِكُمْ؟ قَالَ فَقِيلَ: نَعَمْ، فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى لَنْ زَانِيَةً تَفْعَلُ ذَلِكَ لِأَطْنَّ عَلَى رَجُلِهِمْ أَوْ لَا عَفْوَ زَ وَجْهَةَ فِي الثَّرَابِ، قَالَ: فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَصْلِي، رَغَمَ لِيْطًا عَلَى رَقَبَتِهِ، قَالَ: فَلَمَّا فَجَّهْتُمْ جَنَّةً إِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلَى عَقْبَتِهِ وَيَنْتَهِي بِبَدَنِهِ، قَالَ: فَقِيلَ لَهُ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنْ بِيْسٍ وَبَيْنَتُهُ لَتَحْشُدَ قَامِرًا نَارٍ وَهُوَ لَا وَاجِبِيَّةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ دَنَا مِنِّي لَا خُطْفَتُهُ الْمَنَاحِكُ غَضُّوا غَضُّوا“۔ ”ابوجہل نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری موجودگی میں اپنے رب کو سجدہ کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ابوجہل نے کہا: قسم لات اور عزی کی اگر میں ان کو اس حال (یعنی سجدہ) میں دیکھوں گا تو میں ان کی گردن روندوں گا یا انکا منہ مٹی میں رگڑ دوں گا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس ارادہ سے آیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن روندے، تو لوگوں نے دیکھا کہ یکایک ہی ابوجہل لئے قدموں پھر رہا ہے اور ہاتھ سے کسی چیز سے بچتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا؟ وہ بولا کہ میں

دور آتی ہوئی آئیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اسے بنایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے تین مرتبہ کہا: ”اللہم علیک بقریش“ اے اللہ! قریش کو ہلاک کر دے، ”اللہم علیک بقریش“ اے اللہ! قریش کو ہلاک کر دے، ”اللہم علیک یا بی جہل بن ہشام وشیبہ بن ربیعہ وعتبہ بن ربیعہ وعقبہ بن ابی معیط“ اے اللہ! ابو جہل بن ہشام، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط سے تو نہپٹ لے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سات لوگوں کا گن کر نام لیا، جس سے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل کیا، میں نے انہیں بدر کے دن ایک ہی کنوئیں میں مرا ہوا دیکھا۔ (سنن النسائی: ۳۰۸۵، صحیحہ البخاری)

(۵) کچھ لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی جھگڑا تھا اس بنا پر کہ وہ تو حید کی طرف لوگوں کو بلاتے اور بت پرستی سے منع کرتے ہیں ان کی اس دشمنی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے انجام تک پہنچایا، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چند لوگ کافی پریشان کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ﴿فَاُخْذِغْ بِهَا فُؤَادَ الْغُرَضِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُنْشَرِّ كَيْفَ، إِنَّا نَخْفِئُكَ الْمُنْشَرِّ فِينِ﴾ ”آپ کو جو گھم ملا ہے اسے ڈٹکے کی چوٹ پر لوگوں سے بیان کیجئے اور شرکوں سے اعراض کیجئے ہم آپ کی طرف سے ان استہزاء کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔“ (الحجرات: ۹۳-۹۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”الْمُنْشَرِّ لُونُ الْوَلِيدِ بْنِ الْمُعْبِرَةِ وَالْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيِّ، وَالْأَسْوَدِ بْنِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبُو زَمْعَةَ مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى، وَالْخَارِثُ بْنُ عِيْطِلَ السَّهْمِيِّ، وَالْعَاصِي بْنُ وَائِلٍ، فَاتَّاهُ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَخَاطَبَهُمُ الْي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَاهُ الْوَلِيدَ أَبَا عُمَيْرٍ وَابْنَ الْمُعْبِرَةِ، فَأَوَّاهُ جَبْرِيلُ إِلَيَّ أَنْبَحِلَهُمْ فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كَتَبْتُ لَهُمْ أَرَاهُ الْأَسْوَدَ بْنَ الْمُطَّلِبِ فَأَوْضَى جَبْرِيلُ إِلَيَّ غِيْثَهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كَتَبْتُ لَهُمْ أَرَاهُ الْأَسْوَدَ بْنَ عَبْدِ يَغُوثَ

الزُّهْرِيِّ فَأَوَّاهُ إِلَيَّ زَأْسَهُ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كَتَبْتُ لَهُمْ وَعَزَّ بِهِ الْعَاصِي بْنُ وَائِلٍ فَأَوَّاهُ إِلَيَّ الْحَمَصِيَّ، فَقَالَ: مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: كَتَبْتُ لَهُمْ فَأَمَّا الْوَلِيدُ بْنُ الْمُعْبِرَةِ فَمَتَرُ بَرَجِلٍ مِنْ خَزَاعَةَ وَهُوَ يَزِيلُ ثَبَلًا لَهُ فَأَصَابَتْ أَنْبَحِلَهُ فَقَطَعَتْهَا، وَأَمَّا الْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ فَعَجِي، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: غَمِي هَكَذَا وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: نَزَلَ تَحْتَ سَمَرَةٍ فَجَعَلَ يَقُولُ: يَا بَنِي الْأَنْدَفُوعِ غَمِي؟ فَذُقْتُ، فَجَعَلُوا يَقُولُونَ: مَا تَرَى شَيْئًا، فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى غَمِيَتْ غِيْثًا، وَأَمَّا الْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوثَ الزُّهْرِيِّ فَخَرَجَ فِي زَأْسِهِ فَمَرَّ بِقِمَاتٍ مِنْهَا، وَأَمَّا الْخَارِثُ بْنُ عِيْطِلَ فَأَخَذَهُ الْقَاءُ الْأَصْفَرَ فِي بَطْنِهِ حَتَّى خَرَجَ خُرُوءًا مِنْ فِيْهِ قِمَاتٌ مِنْهَا، وَأَمَّا الْعَاصِي بْنُ وَائِلٍ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ يَزُوقُ إِذْ دَخَلَ فِي زَأْسِهِ شَيْءٌ فَغَمِيَتْ غِيْثًا مِنْهَا، وَقَالَ غِيْثُهُ: فَرَكَبْتُ إِلَيَّ الطَّائِفَ عَلَى جَمَارٍ فَرَضْتُ بِهِ عَلَى شَيْءٍ فَدَخَلْتُ فِي أَحْمَصِ قَدِيمَةٍ شَوْكَةً فَقُتِلْتُ“۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والے یہ لوگ تھے، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث زہری، ابو زمعد اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی اور عاص بن وائل سیدنا جبریل علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق اڑانے والوں کی شکایت جبریل علیہ السلام سے کی جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ولید کو کر دیا اور اس کی بغل میں ایک رگ کی طرف اشارہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے (ولید کے ساتھ) کیا کیا؟ ”جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کی پریشانی دور ہوگئی اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اسود کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا اور اس کی آنکھ کی طرف اشارہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بھی جبریل علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے (اس اسود کا) کیا کیا؟ ”جبریل علیہ السلام نے کہا: میں نے اس سے نہپٹ لیا پھر جبریل علیہ السلام نے ابو زمعد کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور اس کے سر کی طرف اشارہ کر دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے

زہدکم۔" میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مشرکین مکہ کی سب سے بڑی ظالمانہ حرکت کے بارے میں پوچھا جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، اس بد بخت نے اپنی چادر آپ کی گردن مبارک میں ڈالی اور آپ کا گلا گھونٹنے لگا اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اس بد بخت کو دفع کیا اور کہا کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آیا ہے۔" (صحیح بخاری: ۳۶۷۹)

اور سیدہ اسماء کی روایت میں ہے کہ جب عقبہ نے آپ کی گردن میں چادر ڈال کر زور سے گھونٹا تو آپ کی قیچہ نکل گئی کہ آپ نے ساتھی کو بچاؤ آپ کی یہ قیچہ سن کر ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی مدد کے لیے آئے اور جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقبہ کو دھکیل کر پرے ہٹا دیا تو مشرکین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے اور جب وہ واپس لوٹے تو ان کی اپنی یہ کیفیت تھی کہ ہم ان کی چوٹی کا جو بال بھی چھوتے تھے وہ ہماری چٹکی کے ساتھ چلا آتا تھا۔ (رواہ ابو یعلیٰ (۵۲/۱) و الترمذی (۱۵۵/۱) و التیامی (۳۷۱/۲) و قال صاحب الفتح من أحادیث السيرة النبوية محمد السويداني حديث حسن وفي سندہ ضعف)

(۷) اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ تک ہجرت کی تو کفار نے انہیں پکڑنے پر انعام کا اعلان کیا جس کے نتیجے میں ایک شخص بکھرا ہوا لیکن وہ خود عذاب الہی کا شکار ہوا اور اسے واپس ہونا پڑا جیسا کہ ابواسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ "لَمَّا أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ قُبِعَتْ سُرَاةُ بَنِي مَالِكِ بْنِ نَجَشْمٍ، فَذَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَاخَتْ بِذِفْرَتِهِ، قَالَ: اذْغِ اللَّهُ لِي وَلَا أَضْرَكَ، فَذَعَا لَهُ"۔ "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو سراقہ بن مالک بن نجشم نے آپ کا پیچھا کیا نبی

کہا: آپ نے اس کا کیا بندوبست کیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: میں نے اس سے بھی بدلہ لے لیا اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حادث کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور اس کے سر یا پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: میں نے اس سے بھی انتقام لے لیا اسی طرح عاص کا گزر رہا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے پاؤں کے تلوے کی جانب اشارہ کیا اور کہا: میں نے اس کو بھی دیوبچ لیا ولید کو سزا اس طرح ملی کہ خزاعہ قبیلے کا ایک شخص جو اپنے تیروں کو ترتیب دے رہا تھا اس کے پاس سے ولید کا گزر رہا تو ایک شیر اس کی بغل کے نیچے رگ پر جا لگا اور اس نے رگ کو کاٹ دیا اسود بن مطلب اندھا ہو گیا اسود بن عید بنوٹ سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اس کے سر میں پھوڑے ہو گئے جن کی وجہ سے وہ مر گیا حادث سے انتقام اس طرح لیا گیا کہ اسے پیلیا ہو گیا اور صورت حال یہ ہو گئی کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکلنے لگا، پھر وہ اس سے مر گیا عاص کو سزا اس طرح ملی کہ اس کے سر میں اس طرح کا پھوڑا لگا جس طرح کا ایک کاسٹن دار پودا حجاز کے ریگستان میں اگتا ہے، اس کاسٹن دار حجازی پودے کی طرح کا پھوڑا اس کے سر میں لگا، سارے سر میں پھیل گیا اور وہ اس سے مر گیا عاص کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف کی طرف لگا، گدھا کودا، اس نے اس کو کانٹوں پر گرادیا، کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں جیوست ہو گیا اور وہ اسی سے مر گیا۔" (دروک السیف فی السنن الکبریٰ یاسناد حسن: ۱۷۳۱)

(۶) اسی دعوت ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران نماز مسجد میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط آیا اور چادر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹنے لگا جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ ابھی نکل آئے گی جیسا کہ عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ "سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو، عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: زَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مَعِيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَوَضَعَ رِجْلَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ، يَهْ خَنَقًا شَدِيدًا، فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَتَفْشَلُونَ وَجَلَاءَ أَنْ يَقُولَ: رَبِّيَ اللَّهُ وَفَدَّ جَاءَ تَحْمًا بِالْبَيْتَاتِ مِنْ

علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ کھینچ لو اس نے مجھے بتایا ہے کہ یہ زہر آلود ہے پھر (اس کی وجہ سے) بشر بن براہ بن معرور انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہود کو بلوایا (اور پوچھا) تجھے اس کارستانی پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو میرے اس کام سے آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں لوگوں کو آپ سے راحت پہنچا سکوں گی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس تکلیف کے وقت جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی فرمایا کہ "میں ان لقوہ کی وجہ سے جو میں نے خیمہ میں کھائے تھے ہمیشہ تکلیف میں رہا ہوں اور اب یہ وقت آ گیا ہے کہ اس نے میری شہرہ گاہ کاٹ دی ہے"۔ (سنن ابی داؤد: ۴۱۵۱، وقوف الانبیاء: حصہ ۱، صحیح) حمزہ قارئین!

مذکورہ تمام واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں برداشتی کو مصیبت کا سامنا کرنا ہے، دکھ اٹھانا ہے کیوں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھیں شخصیت آلام و مصائب سے نہ بچ سکتی تو ہم اور آپ کیسے بچیں گے، عصر حاضر کے دعات پر آنے والی مصیبتیں اسی سلسلے کی ایک کڑی ہیں، اور یہی اصل آزمائش ہے اور اسی دعوت کی راہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تا آنکہ وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئے مگرچہ دوران دعوت پریشانیاں آئیں اسی طرح ان شاء اللہ ان کی بھی مدد کی جائے گی دشمنان اسلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر کے یہ سوچا تھا کہ ہم اسلام کی دعوت و تبلیغ روک دیں گے لیکن ہزار کوششوں کے باوجود وہ ناکام ہو گئے ان شاء اللہ، عصر حاضر کے دشمن بھی اسی طرح رسوا ہوں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُخْلِصْكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ﴾ "اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا"۔ (صحیح: ۷)

*

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بددعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اس نے عرض کیا کہ میرے لیے اللہ سے دعا کیجئے (کہ اس مصیبت سے نجات دے) میں آپ کا کوئی نقصان نہیں کروں گا، آپ نے اس کے لیے دعا کی۔ (اس کا گھوڑا زمین سے نکل آیا)۔ (صحیح بخاری: ۳۹۰، صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ "قَدْ غَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجَاعَ فَجَعَلَ لَا يُلْقِي أَخْذًا إِلَّا قَالَ: قَدْ كَفَيْتُكُمْ هَاهُنَا فَلَا يُلْقِي أَخْذًا إِلَّا زَذَفَ قَالَ: وَوَفَى لَنَا" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی تو وہ نجات پا گیا پھر تو جو بھی اسے راستے میں ملتا اس سے وہ کہتا تھا کہ میں بہت تلاش کر چکا ہوں قطعی طور پر وہ ادھر نہیں ہیں۔ اس طرح جو بھی ملتا اسے وہ واپس اپنے ساتھ لے جاتا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۱۵، صحیح مسلم: ۲۰۰۹)

(۸) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دشمنی ہی میں زہر آلود گوشت کھلایا گیا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "سَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدْيَةَ وَلَا يَأْكُلُ الضَّدْفَةَ فَأُخْذَتْ لَهُ يَهُودِيَّةٌ بِخَيْبَرٍ شَاةٌ مُضْلِيَّةٌ سَمَّيْنَاهَا فَأُكُلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَأُكُلَ الْقَوْمُ فَقَالَ: «ارْهَقُوا أَيْدِيَكُمْ فَإِنَّهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا مَسْمُومَةٌ» فَمَاتَ بِشَرِّ نَزَاءٍ نَزَلَ مَغْزُورٌ إِلَّا نَصَارِيَّ فَأَرْسَلَ إِلَى الْيَهُودِيَّةِ «مَا خَشَلْتُكَ عَلَى الْبَدَنِ صَنَعْتَ؟» قَالَتْ: «إِنْ كُنْتُ نَبِيًّا لَمْ يَخْشُرْكَ الْبَدَنُ صَنَعْتَ، وَإِنْ كُنْتُ مُلْكًا أَرَاكَ النَّاسَ مِنْكَ، فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُبِلَتْ، ثُمَّ قَالَ: لَهَا وَجَعَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ» فَأَزَلَّتْ أَجَدَ مِنَ الْأَمْكَلَةِ الْبَنِي أَتَخَلَّتْ بِخَيْبَرٍ فَهَذَا أَوَّلُ قَطْعَتِ الْبَهْرِي"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدیدہ قبول فرما لیتے تھے اور صدقہ نہ کھایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی عورت نے خیمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھیجی ہوئی بکری بدیدہ کی اور اس نے اسے زہر آلود کر دیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ لوگوں (صحابہ کرام) نے بھی اس سے کھایا آپ صلی اللہ

کائنات اور ہم

سیدہ رحمت النساء لوکھنڈوالا میمنی

کی راحت یا ہمیشہ کا دکھ اس کا انجام ہوگا۔ ہمیں اُن حقائق کو تسلیم کرنا ہوگا۔ جن کی طرف دنیا کے سب سے اچھے اور سچے انسانوں نے دعوت دی ہے۔ اور وہ حقائق یہ ہیں: (۱) وحدت الہ (۲) وحدت آدم (۳) وحدت رسالت اور سارے نبیوں پر ایمان اور ان کی قیادت کو تسلیم کرنا (۴) وحدت مقصود یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی کو مقصود بنانا۔

اگر بنائے کے بجائے بگاڑ اور تعمیر کے بجائے تخریب، خیر کے بجائے شر، اصلاح کے بجائے فساد میں انسان کی ذہنی قوتیں صرف ہو رہی ہیں اور اس کے دل و دماغ اور قلب و فؤاد میں محبت و اخوت، انسانیت اور بھائی چارہ کے بجائے دشمنی، نفرت، انتقام، بغض، حسد، عناد بھرا ہوا ہے تنگ ظرفی اور تنگ نظری کا شکار ہے تو اس کا مستقبل تاریک اور بھیاں یک ہوگا۔

جب ہم قرآن شریف میں سورہ محمد آیت نمبر: ۲۸۲ کا ترجمہ پڑھیں گے تو پتہ چلے گا کہ ”جس انسان نے اللہ کی راہ پر نہ چل کر اللہ کو ناراض کر دیا اور اللہ کی رضا مندی کو برا جاننا تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے اور فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور گھر پر مار بیٹھے۔“

ہم ہر دن اپنے جسم کو سنوارنے میں لگے رہتے ہیں۔ گرچہ عورتوں کو سنا سنوارنا اپنے شوہر کے لئے جائز ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بیوٹی پارلوں میں جا کر ہزاروں روپے خرچ کریں اپنے بنائوں سنگھار کے لئے۔ کاش ہم اپنی روح کو سنوارنا شروع کر دیں تو کتنا کامیاب ہو جائیں۔

**
*

علم نو کی ایک گمراہی تو یہ ہے کہ انسان اور کائنات کو ایک اتفاقی حادثہ فرض کر لیا گیا ہے، حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ، پتہ پتہ، تنکا تنکا اور جسم انسانی کا انگ انگ زبان و دل سے گواہی دے رہا ہے کہ یہ حکمتوں سے بھرپور اور دانائیوں سے معمور اور عقل و حکمت سے لبریز کائنات اتفاقی حادثہ نہیں ہو سکتی۔ کائنات میں نظم و ضبط اور ہمہ گیر فی و ہم آہنگی کا کائنات کے ستاروں اور سیاروں کا جذبہ باہمی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ کائنات نہ بغیر اللہ تعالیٰ کے ہے اور نہ اس کے ایک سے زائد خدا ہو سکتے ہیں۔ خدا ہے اور وہ ایک ہی ہے۔ ہر قسم کی خوبی و کمال و قدرت سے مالا مال ہے۔

سورہ انبیاء آیت ۱۰۰-۱۰۳ کا مفہوم ہے: ”جن کے لئے نیکی پہلے ظہر پہنچی ہے وہ سب جہنم سے دور رہیں گے دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے نہ گھبراہٹ ہوگی نہ ٹمکنیں ہو گئے اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لینگے یہی وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے اپنی من چاہی (اچھی چیزوں میں) چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہو گئے۔ نہ کوئی گھبراہٹ ہوگی نہ ٹمکنیں ہو گئے۔“

انسان کی بے راہ روی کا سبب یہ ہے کہ آج انسان اپنے اہتمام سے غافل ہو گیا ہے سمجھتا ہے کہ اللہ کی رہنمائی کا وہ محتاج نہیں ہے اللہ کے نبیوں، رسولوں اور آسمانی کتابوں کی اسے کوئی ضرورت نہیں ہے اس نے دنیا کو ہی مقصود قرار دے لیا ہے۔ دنیوی زندگی کو ہی پہلی اور آخری زندگی سمجھ رکھا ہے انسان کی دنیا اور دنیا کا انسان دونوں چند روزہ ہیں لوگ اپنے آغاز اور انجام کو بھول گئے ہیں۔ ایک دن اپنے مالک حقیقی کے سامنے حاضر ہونا ہوگا جب انسان کی پرسنل فائل ہاتھ میں ہوگی اس فائل میں ہمیشہ

طلاق کے چند مسائل

ڈاکٹر فضل الرحمن مدنی حفظہ اللہ (رکن فقہ اکیڈمی، بکرمہ، استاد جامعہ اسلامیہ مسعودیہ لاہور)

طلاق کا مسنون طریقہ:

سوال: شبیر احمد اور ان کی زوجہ میں گھریلو معاملات میں جھگڑا ہوا، اور جھگڑے کے درمیان شبیر احمد نے اپنی زوجہ کو گھر سے نکالتے ہوئے تین مرتبہ اس طرح کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دیا، خدا کی قسم میں نے تجھے طلاق دے دیا، گھر سے چلی جاؤ، میرا اور تمہارا کوئی رشتہ ناطہ نہیں۔

یاد رہے کہ شبیر احمد ایک اور تین طلاق کے درمیان فرق کو جانتے ہیں، براہ کرم دین و شرع کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں کہ کتنی طلاق ہوئی؟

جواب: مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ بلا اخطار اور ضرورت کے طلاق دینا شریعت اسلامیہ میں بڑا ناپسندیدہ فعل ہے، کیونکہ اس سے ایک بنا بنا یا گھرا جڑ جاتا ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے، وہ والدین کی محبت سے محروم ہو جاتے ہیں، اور ان کی زندگی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے، علاوہ ازیں طرفین کے گھر والوں کے درمیان بغض و عناد پید ہوتی ہے، اور تعلقات بگڑ جاتے ہیں، اور دیگر بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے تمام مسلمانوں کو حتی المقدور اس فعل قبیح سے بچنا چاہئے، طلاق کا جواز صرف اس لئے ہے تاکہ لوگ تنگی میں نہ پڑیں، کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شوہر بیوی ایک دوسرے کو بالکل پسند نہیں کرتے، اور ان کے درمیان ایسا اختلاف ہو جاتا ہے کہ ان کی زندگی ایک جہنم بن کر رہ جاتی ہے، ایسی صورت میں ان کے درمیان تفریق کرانے کے لئے طلاق کو مباح قرار دیا گیا ہے تاکہ وہ لوگ الگ الگ ہو کر سکون سے رہ سکیں، لیکن اس طلاق کے لئے شریعت میں حدود مقرر ہیں، اور اس کا ایک مسنون طریقہ ہے، علماء امت کا اتفاق ہے کہ "طلاق

مسنون" کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس سے بھستری نہ کی ہو، پھر اسے چھوڑ دے اور طلاق نہ دے، یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے، اس طلاق کا نام "طلاق سنی" ہے، یہ ایسی طلاق ہے کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو اپنی مطلقہ بیوی کو اپنی زوجیت میں لوٹا سکتا ہے، اس رجوع کے لئے اسے نہ مہر جدید دینے کی ضرورت ہے اور نہ عقد کی، اور نہ ہی اسے عورت کے ولی کی رضا و عدم رضا سے کوئی مرد کار ہوتا ہے، اور اگر اسے اپنی زوجیت میں نہیں رکھنا چاہتا ہے تو عدت گزرنے تک اسے چھوڑ رکھے، جب عدت گزر جائے تو بھلے طریقے پر اس کو اپنے سے جدا کر لے تاکہ وہ جس سے چاہے شادی کر لے، ہاں اب بھی (عدت گزر جانے کے بعد) اگر وہ چاہے تو طرفین کی رضا مندی سے نکاح جدید کے ذریعہ اسے اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے، حالانکہ شریعت کی ضرورت نہیں، یہ ہیں وہ حدود جن کی پابندی سے آدمی کو کبھی پشیمانی نہیں ہوتی، اور اس کے لئے آسانی سے رجوع یا عقد جدید کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

اس کے برخلاف ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاق دینا یا حالت حیض میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں اس سے جماع کیا ہو شریعت مطہرہ کے ساتھ کھیل اور سخت گناہ کا سبب ہے۔

سنن نسائی میں صحیح سند سے محمود بن لبید کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک آدمی کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے ایک ساتھ تین طلاق دی ہے (یعنی کر) رسول اللہ ﷺ غصے سے کھڑے ہو گئے، اور فرمایا: کیا میری موجودگی میں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے، یہاں تک کہ

ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہ ایسے آدمی کو قتل کر دوں؟ (سنن انسائی: ۱۴۶۶، حدیث نمبر: ۳۳۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا حرام ہے اور کتاب اللہ کے ساتھ مذاق ہے، اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ اس حرام کام کے ارتکاب سے بچے، اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی مول نہ لے، ورنہ بڑا خسارہ ہوگا۔

رہا مسئلہ کہ آپ نے اپنی زوجہ کو ایک مجلس میں تین طلاق دیا ہے تو حدیث رسول اللہ ﷺ کی رو سے وہ ایک طلاق رجعی شمار ہوگی، اور بقیہ دو طلاقیں لغو ہوں گی، مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دی، پھر وہ اس پر بہت زیادہ غمگین ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے کیسے طلاق دی ہے؟ انہوں نے کہا: تین، آپ ﷺ نے پوچھا: ایک ہی مجلس میں؟ انہوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو یہ ایک ہی طلاق ہوئی، اگر چاہو تو بیوی سے رجوع کرو، چنانچہ انہوں نے رجوع کر لیا۔ (مسند احمد: حدیث نمبر: ۲۳۸)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت میں دو سال تک ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شاذ کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۳۷۳)

اس لئے آپ کی ایک مجلس کی تین طلاق ایک طلاق رجعی شمار ہوگی، اور اگر بیوی کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو آپ رجوع کر سکتے ہیں، اور اگر عدت پوری ہوگئی تو نکاح جدید کے ذریعہ پھر سے اس کو اپنی زوجیت میں لا سکتے ہیں۔

حالت حیض یا اس طہر کی طلاق کا حکم جس

میں ہم بستری کی ہو:

سوال: اگر بیوی حائضہ ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں اس سے جنار کیا گیا ہے اور ایسی حالت میں طلاق دی گئی تو ان صورتوں میں طلاق ہوگی یا نہیں؟

جواب: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں

اس کے حائضہ ہونے کی حالت میں طلاق دے دی پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو حکم دو کہ اس سے مراجعت کر لیں پھر اسے اپنی زوجیت میں روک رکھیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حائضہ ہو، اور پھر پاک ہو، پھر اس کے بعد چاہیں تو اسے اپنی زوجیت میں روک رکھیں اور چاہیں تو اس کو ہاتھ لگانے اور ہم بستری کرنے سے قبل طلاق دیں بھی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ (صحیح البخاری: حدیث نمبر: ۴۹۰۸، و صحیح مسلم: حدیث نمبر: ۱۳۷۱) اس سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں شوہر نے بیوی سے ہم بستری کی ہے طلاق دینا منوع ہے، اور اللہ تعالیٰ فرمایا: ﴿الطَّلَاقُ فَرْزٌ لِّمَا فَتَنَالَهُ بَغْوَ ذَرْبٍ أَوْ تَسْرِيحٍ يٰۤاٰحْسَنُ﴾ (البقرہ: ۲۲۵)

یعنی طلاق دو الگ الگ مرتبہ دینا ہے اس کے بعد یا تو رجوع کر کے بھلائی کے ساتھ اسے اپنی زوجیت میں روک لینا ہے یا پھر احسن طریقے سے چھوڑ دینا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ساتھ ایک سے زائد طلاق دینا حکم الہی کے خلاف ہے اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ سنن نسائی وغیرہ میں محمود بن لہید کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایسے شخص کے بارے میں خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق ایک ساتھ دے دی تھی تو آپ ﷺ نے اسے غیظ و غضب کے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا کتاب اللہ کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اسے قتل نہ کر دوں۔ (سنن انسائی: ۱۴۶۶، حدیث نمبر: ۳۳۰۰) اس سے واضح ہو گیا کہ ایک ساتھ کئی طلاق (دو تین یا اس سے زیادہ) دینا حرام ہے، اسی واسطے علماء نے اسے طلاق بدعی کہا ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں اس سے ہم بستری کی ہے طلاق دی تو وہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں تو جمہور علماء کرام کے نزدیک وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اور طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ رجوع کرنے کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی

إِنْ شَاءَ أَمْسَكَتَ بَعْدَ ذَلِكَ شَاءَ خَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمْسُ فَبَلَكَ الْبَعْدَةَ
الْمُحْيِ أَمْرُ اللَّهِ أَنْ تَطْلُقَ لَهَا النِّسَاءَ" (صحیح
البخاری: ۳۹۰۸، و صحیح مسلم: ۱۳۷۱)

یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں انہوں نے اپنی بیوی
کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو ان کے والد عمر بن الخطاب
نے اس سلسلہ میں آپ ﷺ سے دریافت کیا، رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا: کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ رجوع کر لیں پھر اس کو
دو کے رکھیں یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر وہ
حیض کے ایام گزارے اور اس سے پاک ہو جائے، پھر اس کے
بعد اگر وہ چاہے تو جماع سے پہلے طلاق دے دیں، کیونکہ نبی وہ
عدت (طہر کا وقت) ہے جس میں اللہ نے عورتوں کو (بدرجہ
مجبوری) طلاق دینے جانے کا حکم دیا ہے۔

اور مسند احمد (۵۵۲۳)، متن نسائی (۳۳۹۲)، سنن ابوداؤد
(۲۱۸۵) کی ایک روایت میں "فَرَضَهَا" کا لفظ آیا ہے یعنی
رسول اللہ ﷺ نے اس کو نواہ یا یعنی طلاق کا اعتبار نہیں کیا۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ حالت حیض کی طلاق واقع ہو
جائے گی، انہوں نے حضرت ابن عمر کی مذکورہ بالا حدیث میں
لفظ "فَلْيَرْجِعَا" (کہ وہ رجوع کریں) سے استدلال کیا ہے
اس طرح سے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رجوع کا حکم دیا اور
رجوع بغیر طلاق کے کوئی معنی نہیں رکھتا۔

بہر حال احتیاطاً حالت حیض کی طلاق کو واقع مان لیں۔

چونکہ آپ نے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہے اور اس
سے قبل کبھی طلاق نہیں دی ہے اس واسطے یہ ایک ہی طلاق شمار کی
جائے گی، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے
کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک
میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں
ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ (صحیح
مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث: ۴۳۷۲)

اس واسطے اگر آپ چاہیں تو عدت میں رجوع کر کے ایک
ساختہ ازدواجی زندگی گزار سکتے ہیں، عدت گزار جانے کے بعد از
سرو نکاح کرنا پڑے گا۔

سوال: ہم دونوں میاں بیوی میں کوئی جھگڑا نہیں تھا، مگر
میری ساس مجھے بہت تنگ کرتی تھی اس نے مجھے مار پیٹ کر
ہنگال دیا اس وجہ سے میرے والدین نے ان کے خلاف پولیس

طلاق واقع مانی تھی اور کئی روایتوں میں اس کی صراحت بھی ہے
اور کچھ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اس بات کی جانب گئے ہیں کہ
یہ طلاق واقع نہیں ہوگی انہوں نے ان روایتوں سے استدلال کیا
ہے جن میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طلاق کا اعتبار نہیں کیا
گیا، نیز انہوں نے کہا کہ جب یہ طلاق بدی ہے تو صحیح کیسے ہو
گی؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا
نَاسٍ عَلَيْهِ أَفْزَأُ فَافْتِزْهُ" (صحیح مسلم: ۱۷۸۰) جس نے
وہ عمل کیا جو ہمارے امر کے مطابق نہ ہو وہ مردود اور غیر مقبول
ہے، اور یہ طلاق سنت کے خلاف ہے اس واسطے مقبول نہیں اور
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کرنے کے حکم کا جواب یہ دیا
کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی بیوی کو واپس گھر لے آؤ
تمہاری طلاق نہیں ہوگی۔

دلائل کے اعتبار سے دوسرا قول قوی ہے اگرچہ احتیاط پہلے
قول میں ہے۔

حالت حیض کی طلاق:

سوال: زید نے اپنی بیوی ہندہ کو حالت حیض میں بیک
وقت تین طلاق دیا، زید اب ہندہ سے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا
ہے، کیا حالت حیض میں مغلط طلاق واقع ہو جاتی ہے یا رجوع
کرنے کی صورت ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب
منایت فرمایا میں مہربانی ہوگی، ۲۴ اپریل ۱۹۹۷ء کو طلاق دیا
ہے اور اس سے قبل کبھی طلاق نہیں دیا۔

جواب: حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا بلاشبہ حرام اور
باعث گناہ ہے، لیکن کوئی شخص اپنی بیوی کو اگر حالت حیض میں
طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں اس میں
علماء کا اختلاف ہے، کچھ علماء کے نزدیک یہ طلاق واقع نہیں ہوتی
ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ
فَطَلَّقُوهُنَّ أَعَدَّتِهِنَّ﴾ (الطلاق: ۱) اے نبی! جب تم عورتوں کو
طلاق دو تو طہر میں طلاق دو۔ اور اس نے طہر میں طلاق نہیں دی
اس واسطے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: "أَنَّهُ طَلَّقَ
أَمْرَأَةً وَهِيَ خَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّةً
فَلْيَرْجِعَا جَعَلَا لِمَنْ بَكَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَجِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ

نافرمانی مت کرو۔

اتفاق سے انیس نے مسجد میں کچھ لوگوں کی گفتگو میں سنا کہ حیض کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے انیسوں نے ایک روز اس کی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کے طور پر حیض کی حالت میں تین مرتبہ طلاق کا لفظ کہہ دیا حالانکہ اس کی نیت طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ قصد یہ تھا کہ اس کی بیوی فرما نہاد رہ جائے۔

اس بات کو آٹھ دن مہینہ ہو گئے فی الوقت انیس کی بیوی میکے میں ہے اب وہ اس کو لا کر میاں بیوی کی طرح رہ سکتے کہ نہیں؟ براہ کرم حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے، حضرت عہد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ انیسوں نے عہد نبوی میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو ان کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خوف فلینرجعنا لہم لینیسکھا حتی قطعوہ ثم تہیض ثم نطھروہ ثم إن شاء أنفسک بغلذ وإن شاء خلق قلیل أن ینس" الخ (صحیح البخاری: ۳۹۰۵، صحیح مسلم: ۱۴۵۱)

اسے حکم دو کہ اس (مطلقہ بیوی) سے رجوع کر لے پھر اس کو روک رکھے یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر دوبارہ اس کو حیض آئے اور پھر پاک ہو جائے پھر چاہے تو اسے اپنی زوجیت میں رکھے اور چاہے تو ہم بستر سے پہلے ہی طلاق دے دے۔

اس حدیث میں حالت حیض میں طلاق دینے کی صورت میں رجعت کرنے کا حکم دیا اور بتایا کہ اگر طلاق دینی ہے تو دوسرے طہر میں ہم بستر سے قبل طلاق دے۔ اس بنا پر علماء کرام نے حالت حیض کی طلاق کو طلاق بدعی اور خلاف سنت قرار دیا ہے۔ البتہ یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ متعدد روایتوں میں تصریح ہے: "بأنھا حسب تلك الطلقة" اس طلاق کا اعتبار کیا گیا۔

اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ متعدد روایتوں میں اس کا بھی تذکرہ ہے کہ

رپورٹ درج کرائی جس کی وجہ سے پولس والوں نے میرے سسر سہاس اور شوہر کو گرفتار کیا تھا پھر ان لوگوں نے وکیل کے ذریعہ تحریری تین طلاق ایک ہی جہ پر لکھوا کر بھیجا مگر اس وقت میں گھر پر موجود نہیں تھی میں دو خانہ لکھی ہوئی تھی میں حمل سے تھی مجھے چھ مہینے بچل رہا تھا اس لئے رجسٹری واپس چلا گیا پانچ سال سے کیس چالو ہے مجھ کو پانچ سال کی لڑکی ہے اب میرا شوہر مجھ کو لے جاتا چاہتا ہے اور میں بھی اس کے ساتھ جانا چاہتی ہوں برائے کرم کتاب وسنت کی روشنی میں اس کی کوئی مناسب شکل بتا کر آپ ہماری مدد کریں آپ کی ہم پر اور ہماری معصوم بیٹی پر بہت مہربانی ہوگی ہم لوگ آپ کے شکر گزار رہیں گے۔

جواب: اگر مذکورہ بالا بیان درست ہے تو پہلے آپ کے شوہر کی ایک طلاق رجعی واقع ہوئی تھی کیونکہ انیسوں نے آپ کو ایک ساتھ تین طلاق دی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک ساتھ کی تین طلاقیں ایک ہی مانی جاتی تھیں۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۳۷۴) اور آپ کے شوہر چاہتے تو وہ عدت میں بلا عقد جدید آپ سے رجوع کر سکتے تھے جیسا کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کیا تھا مگر اب پانچ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اور آپ کی عدت ختم ہو گئی ہے جس کی وجہ سے یہ ایک طلاق بائن بیونہ صغریٰ ہو گئی، جس میں عورت کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لانے کے لئے شوہر کو اس کے ولی کی اجازت سے نئے مہر کے ساتھ از سر نو عقد نکاح کی ضرورت ہوتی ہے، اور عودت کے لئے دوسرے مرد سے نکاح کرنا ضروری نہیں ہوتا، اس واسطے اب اگر آپ دونوں میاں بیوی ایک ساتھ از دو ابی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو آپ دونوں کو از سر نو عقد نکاح کرنا پڑے گا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: انیس احمد بھین سے دینا ہے، وہ ڈھائی سال قبل اس کی شادی ہو گئی ہے، کچھ دن میاں بیوی کے تعلقات اچھے رہے، مگر اس کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر بیوی نافرمانی کرنے لگی، یہ بات بیوی کے ماں باپ کو بتائی گئی لڑکی کے والدین بھی تاکید کرتے رہے کہ تم شوہر کے ساتھ اچھا سلوک رکھو عدت کرو اور

روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: حیض و نفاس کی حالت میں عورت کو طلاق دینا بلا شریعہ حرام اور باعث گناہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَأْتِيهَا الْفُجُورُ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ تُطَلِّقُوهُنَّ لَعَنَ اللَّهُ الْفَاجِرِينَ (یعنی اسے نہیں جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی لعنت (طہر) میں دو)۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو ان کے والد حضرت عمرؓ نے اس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے کیا تو آپ نے فرمایا: "مَنْزَعٌ فَلْنَزِجْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقَهَا إِذَا طَلَّقَتْ أَوْ وَهِيَ حَائِلٌ" (صحیح مسلم ۱۴۷۱، سنن ابی داؤد: ۲۱۸۱، و التلخیص) "ان کو حکم دو کہ ابھی اس سے رجوع کر لیں پھر چاہیں تو طہر کی حالت میں یا حالت حمل میں طلاق دیں۔"

لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس حالت میں طلاق دے دے تو اس کی یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے کچھ علماء کے نزدیک یہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حالت طہر میں طلاق دو اور آپ نے طہر میں طلاق نہیں دی اس واسطے اس طلاق کا اعتبار نہیں ہوگا۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ حالت حیض و نفاس میں طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے مگر طلاق واقع ہو جائے گی، اور وہ استہلال کرتے ہیں ان روایتوں سے جن میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ کو رجوع کرنے کا حکم دیا تھا اور رجوع طلاق دینے کے بعد ہی ہوتا ہے اس واسطے آپ کی طلاق واقع ہوگئی لیکن چونکہ آپ نے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہے اور اس سے قبل کبھی طلاق نہیں دی ہے اس واسطے یہ ایک طلاق رجعی شمار کی جائے گی، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں اور دو سال تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار کی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۴۷۲) اس واسطے اگر آپ چاہیں تو عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر سکتے ہیں نئے عقد کی ضرورت نہیں، کیونکہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دی تو آپ نے انھیں رجوع کرنے کی اجازت دے دی اور انہوں نے رجوع بھی کر لیا۔ (مسند احمد: حدیث نمبر: ۲۳۸۷، و بحیرہ)

اس طلاق کو شمار نہیں کیا گیا، نیز یہ طلاق سنت کے خلاف اور طلاق بدعی ہے اور ہر بدعت ضلالت ہے، پھر اگر طلاق واقع ہو جاتی تو آپ ﷺ انھیں رجوع کرنے اور دوبارہ طلاق دینے کا (اگر وہ چاہیں تو) حکم نہیں دیتے۔

بہر حال دونوں قسم کی روایتیں موجود ہیں مگر اکثر روایتیں طلاق واقع ہو جانے کی ہیں، اس واسطے میرے نزدیک احتیاطاً اسے واقع مان لینا ہی بہتر ہے اور جمہور علماء کے نزدیک جب ایک شخص اپنی زبان سے صریح طلاق دے دے تو وہ طلاق بانی جاتی ہے، کیونکہ دل کا حال اللہ کو معلوم ہے اور کبھی آدمی غلط بیانی بھی کر سکتا ہے، اس واسطے حکم ظاہر کے مطابق ہوگا۔

اس لئے انیس ائمہ کی طلاق کو ماننا چاہئے، البتہ چونکہ اس نے تینوں طلاق ایک ہی مجلس میں دی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر کے عہد مبارک میں اور دو سال تک حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔ (صحیح مسلم: ۱۰۹۹/۲، حدیث نمبر: ۱۴۷۲) اس لئے یہ ایک طلاق رجعی ہوئی اور اس آٹھ دن ماہ کے عرصہ میں اگر اس عورت کی عدت ختم ہوگئی تو اب عقد جدید کے ذریعہ اسے انیس ائمہ یا وہ بارہ اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے، اور اگر عدت ختم نہیں ہوئی ہے تو بلا عقد جدید رجوع کر کے اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکتا ہے۔

معلوم رہے کہ اگر عورت جوان ہے اور اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین مرتبہ حیض آنے سے ختم ہو جاتی ہے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ کی ولادت سے، اور اگر نابالغ یا بوزھ ہے اور حیض نہیں آتا تو تین ماہ گزرنے سے عدت ختم ہو جاتی ہے۔

حالات نفاس کی طلاق:

سوال: میں نیاز احمد بن حاجی محمد عمر نے اپنی بیوی عرفات بنت عبد القیوم کو اس طرح تحریری طلاق دی: میں نیاز احمد بن حاجی محمد عمر عرفانی بنت عبد القیوم کو تین طلاق دیتا ہوں۔ اس سے قبل میں نے کوئی طلاق نہیں دی ہے یہ پہلا واقعہ ہے اور طلاق دینے کے چند روز قبل اس سے بچہ کی ولادت ہوئی تھی۔

اب میں عرفات کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا چاہتا ہوں، شریعت اسلامیہ میں اس کی کیا صورت ہے، کتاب و سنت کی

دسمبر ۲۰۱۶ء میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کی جانب سے منعقد کیے گئے پروگرامز کی ایک جھلک

ایصالِ ثواب کی حقیقت

ISAAL-E-SAWAB KI HAQEEQAT

ایصالِ ثواب کی حقیقت

SHAIKH KIFAYATULLAH SANABULI

Saturday 18th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

مساجد اور ہماری ذمہ داریاں

MASAJID AUR HAMARI ZIMMEDARIYAN

مساجد اور ہماری ذمہ داریاں

SHAIKH ABDEL AZEEM SALAFI

Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

ایک روزہ دعوتی اجلاس

علم دین کے بغیر ہماری اسلامی زندگی کا تصور

ILM-E-DEEN KE BAGAIIR HAMARI ISLAMI ZINDAGI KA TASAWWUR

علم دین کے بغیر ہماری اسلامی زندگی کا تصور

MOHABBAT-E-RASOOL (KE AMALI TAQAZE)

Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

ایک روزہ دعوتی اجلاس

نوجوانوں کا مقام اور ذمہ داریاں

HAJAWAN KA MAQAM AUR ZIMMEDARIYAN

نوجوانوں کا مقام اور ذمہ داریاں

JASHN-E-EID MILADUN NABI (KE SHARAYI HAI SIYAT)

Saturday 18th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

ماہِ ربیع الاول بدعات

MAAH-E-RABI' AL-AWAL KI BID'AT

ماہِ ربیع الاول بدعات

SHAIKH ABDEL AZEEM SALAFI

Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

اللہ کے گھروں کے حقوق

ALLAH KE GHARON KE HUQOOQ

اللہ کے گھروں کے حقوق

SHAIKH ABDEL AZEEM SALAFI

Saturday 18th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

ایک روزہ دعوتی اجلاس

تعلیم نسوان: اہمیت و ضرورت

TAAJIN-E-NUSWA AHMIYAT WA ZAROORAT

تعلیم نسوان: اہمیت و ضرورت

NIKAN-E-KASHOON AABAAN YA NUSWA

Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

بروز قیامت

جوانی کی عبادت کی اہمیت

BAROZ-E-QAYAMAT JAWANI KI IBADAT KI AHMIYAT

جوانی کی عبادت کی اہمیت

SHAIKH ABDEL AZEEM SALAFI

Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

ایک روزہ دعوتی اجلاس

علم دین کی معرفت: اسامی لباس: آداب و حقوق

ILM-E-DEEN KI MA'ARFAT: ISLAMI LIBAS: AADAAB WA HUQOOQ

علم دین کی معرفت: اسامی لباس: آداب و حقوق

SHAIKH ABDEL AZEEM SALAFI



Sunday 11th December 2016, After Namaz-e-Magrib

BALA HALL, PAKISTAN CHAMBERS, BELOW KUTUB KHANNA HOME, DARYA ROAD, KARLA, KARLA, KARLA - 400070

25316043 54229999
08080801882

Innumerable queries were answered by Islam helpline
at both Andheir & Kurla Centres

Islam Helpline

 26500400 / 64269999
 08080801882



WHATSAPP ISLAM HELPLINE

Get reply for your questions on Islam!

Thru authentic Ulema & with proper proof & references

SEND YOUR QUESTIONS ON THIS NUMBER

80 80 80 18 82

**Alhamdulillah, Whatsapp Islam Helpline has been giving answer to
innumerable queries in the Light of Quran and Authentic Hadith.**

If Undelivered Please Return To



Ahl us Sunnah



Islamic Information Centre

Gala No 6, Swastika Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Nisarban-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai-400070
Ph. 26500400 - 64269999

To,

Book Post